رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

خطبہ نمبر

روزنامہ

قادیان

ٹیلیفون نمبر ۹۱

THE DAILY

ALFAZL, QADIAN

ایڈیٹر۔ غلام نبی

قیمت ایک آنہ

جلد ۲۵	مورخہ ۴۔ رجب ۱۳۵۶ھ	یوم شنبہ	مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء	نمبر ۲۱۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ

فتنوں سے بچنے کے لئے سورۃ فاتحہ میں علاج بتایا گیا ہے

منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد بھی انسان مغضوب اور ضال بن سکتا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
سورۃ فاتحہ ایک ایسی کامل سورۃ ہے کہ جس میں

ہر مرض کا علاج

موجود ہے۔ اور ہر زمانہ کے شرور اور فتن کا ذکر اس میں پایا جاتا ہے اور ہر قسم کی روکیں جو انسانی ترقی کے رستہ میں حائل ہوتی ہیں۔ یا وہ اسباب جو خدا تعالیٰ کے قرب سے اُسے دُور کر دیتے ہیں ان کے ازالہ کے ذرائع۔ اور ان سے بچنے کے سامانوں کا ذکر اس میں کیا گیا ہے۔ جس طرح قرآن کریم ایک انڈکس اور فہرست ہے اللہ تعالیٰ کے اُن قوانین کی۔ جو اس تمام کائنات کو چلا رہے ہیں۔ اسی طرح سورۃ فاتحہ فہرست ہے قرآن کریم کے مضامین کی جس طرح ایک ذکی انسان محض فہرست پڑھ کر اصل کتاب کے مضامین سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم سے تعلق رکھنے والا انسان سورۃ فاتحہ پڑھ کر

قرآن مجید کے تمام مضامین

سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر قرآن مجید پڑھ کر جو اللہ تعالیٰ کے ان قوانین کی فہرست ہے۔ جو تمام کائنات عالم کو چلا رہے ہیں۔ اس کے قوانین قدرت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

چونکہ موجودہ زمانہ کئی قسم کے فتن کا زمانہ ہے۔ اس لئے میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

فتنوں کے زمانوں کے متعلق قرآن کریم میں بعض احکام

بیان کئے گئے ہیں اور بعض ایسی تدابیر بتائی گئی ہیں۔ جن کو اختیار کر کے انسان فتن سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ بالخصوص سورۃ فاتحہ میں اصولی طور پر اللہ تعالیٰ نے فتن کی تفصیلات بتائی ہیں۔ اور ان سے بچنے کا علاج بھی بتایا ہے۔ مگر ہماری جماعت کے بعض دوست ان امور کی طرف توجہ نہ کرنے کی وجہ سے بسا اوقات اس بات پر حیران ہو جاتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت میں بھی بعض منافق پائے جاتے ہیں اور ہماری جماعت میں سے بھی بعض لوگ مختلف مواقع پر ٹھوکر کھا کے اور مرتد ہو جاتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کے لئے یہ صورت حیرت انگیز ہوتی ہے۔

حالانکہ اگر وہ سورۂ فاتحہ پر غور کریں تو انہیں معلوم ہو کہ اس ابتدائی صورت میں ہی جو ہمیں دعا سکھائی گئی ہے۔ اس میں بھی اس امر کو بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ ایسے فتن ہمیشہ آتے رہیں گے۔ اور مومنوں کی جماعت سے وہ لوگ نکلتے رہیں گے۔ جو منافق طبع ہوں۔

جیسا کہ عربی زبان سے واقف لوگ جانتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ

غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَا الضَّالِّینَ کی دعا

جو ہمیں سکھائی گئی ہے۔ یہ مستقل دعا نہیں۔ عام طور پر جو لوگ عربی زبان سے یا قرآن کریم کے مطالب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ سورہ فاتحہ کی ان آخری آیتوں کے صرف یہ معنے سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان میں یہ سکھایا ہے کہ ہم اس سے انعامات کے حصول کی دعا کریں۔ اور پھر یہ بھی دعا کریں کہ اس کا غضب ہم پر نازل نہ ہو اور نہ ہم گمراہ ہوں۔ حالانکہ یہ مفہوم ان آیتوں کا نہیں۔ بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات پر زور دیا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس بات پر زور دیا کرتے تھے۔ اور جیسا کہ عربی زبان کے قواعد سے ہر واقف شخص جانتا ہے کہ اس میں جو دعا سکھائی گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ الٰہی ہم پر تو اپنا انعام نازل کر۔ مگر انعام کے بعد جو تیرا غضب نازل ہوتا ہے۔ یا منعم علیہ گروہ میں شامل ہو کر انسان بعض دفعہ جو ضال بن جاتا ہے۔ اس سے ہمیں بچا۔ اور

ہمیں مغضوب اور ضالین میں شامل ہونے سے محفوظ رکھ

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی دعا۔ اگر مستقل دعا ہوتی تو اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سے پہلے اسے رکھا جاتا۔ کیونکہ پہلے انسان اللہ تعالےٰ کے غضب سے بچتا۔ اور گمراہی سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور بعد میں اسے انعام ملتا ہے ایسا نہ کیا جاتا کہ پہلے تو اس سے ہدایت طلب کروائی جاتی۔ اور پھر کہا جاتا کہ اب یہ بھی دعا مانگو۔ کہ ہم پر غضب نازل نہ ہو مثلاً ایک طالب علم جب امتحان میں کامیابی کے متعلق دعا کرے گا۔ تو یوں کرے گا۔ کہ یا اللہ مجھے روزانہ سبق یاد ہوتے رہیں۔ اور پھر امتحان میں بھی میں پاس ہو جاؤں۔ کیونکہ امتحان سبقوں کے بعد آتا ہے پہلے نہیں آتا۔ اور اگر کوئی طالب علم یہ دعا کرے کہ یا اللہ میں امتحان میں پاس ہو جاؤں اور پھر سبق بھی مجھے یاد ہوتے رہیں۔ تو سب لوگ اس کی اس دعا پر ہنسیں گے۔ اور کہیں گے پہلے تمہیں سبق یاد ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد تم امتحان میں کامیاب ہو گے۔ نہ یہ کہ امتحان میں کامیاب ہو جاؤ۔ اور پھر سبق یاد کرنے لگو۔ پس تم پہلے یہ دعا مانگو کہ الٰہی مجھے روزانہ سبق یاد ہوتے رہیں۔ اور پھر یہ دعا مانگو کہ مجھے امتحان میں بھی کامیاب کر

امتحان میں کامیابی کی دعا

اس لئے ضروری ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ سبق یاد ہونے پر انسان امتحان میں بھی ضرور کامیاب ہو جائے۔ بعض دفعہ سبق اچھی طرح یاد ہوتے ہیں۔ مگر کمرۂ امتحان میں داخل ہوتے ہی طالب علم گھبرا جاتے ہیں۔ اور انہیں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اور وہ فیل ہو جاتے ہیں۔ پس سبقوں کے یاد رہنے کی دعا کے ساتھ ہی یہ دعا مانگنی بھی ضروری ہوتی ہے کہ الٰہی پھر میں امتحان میں بھی کامیاب ہو جاؤں۔

مجھے یاد ہے جب میں سکول میں پڑھا کرتا تھا تو مولوی بشیر علی صاحب جو ہمارے استاد ہوا کرتے تھے وہ ایک طالب علم کو تمام لڑکوں کی کاپیاں دیکھنے کے لئے مقرر کیا کرتے تھے۔ وہ انگریزی میں نہایت اعلےٰ مہارت رکھتا تھا۔ اور ہمارے اساتذہ اسی کو ہماری کاپیاں دیکھنے کے لئے مقرر کیا کرتے تھے مگر جب امتحان ہوتا تو وہ استاد طالب علم جو دوسروں کی کاپیاں دیکھا کرتا تھا۔ فیل ہو جاتا اور اس کے شاگرد پاس ہو جاتے۔ جب اس سے پوچھا جاتا کہ یہ کیا بات ہے تو وہ کہتا جب میں امتحان کے کمرہ میں داخل ہوتا ہوں تو گھبرا جاتا ہوں۔ اور سب پڑھا لکھا مجھے بھول جاتا ہے۔ تو یہ تو ممکن ہے کہ کوئی انسان سبق یاد کرتا رہے مگر امتحان کے وقت گھبرا جائے اور سوالات کے جواب نہ دے سکے۔ یا اسے امتحان کے دنوں میں بخار ہو جائے اور اس طرح وہ امتحان میں فیل ہو جائے لیکن یہ کوئی صورت نہیں۔ کہ کوئی طالب علم امتحان پہلے پاس کرے اور سبق بعد میں یاد کرے۔ اسی لئے جب کوئی ذہین اور سمجھدار طالب علم دعا کرے گا۔ تو اسی رنگ میں کرے گا۔ کہ یا اللہ مجھے سبق یاد ہوتے رہیں۔ اور پھر امتحان میں بھی میں کامیاب ہو جاؤں۔ یہ نہیں کہیگا کہ یا اللہ میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں اور پھر سبق مجھے یاد ہوتے رہیں۔ کیونکہ یہ پہلی دعا ہے اور وہ پچھلی اور پہلی دعا کو پیچھے کرنا اور پچھلی دعا کو پہلے رکھنا عقل کے بالکل خلاف ہے تو ہدایت ملنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان پر

اللہ تعالےٰ کا غضب

نازل نہ ہو۔ کیونکہ جس پر اللہ تعالےٰ کا غضب نازل ہو گیا۔ اسے ہدایت کہاں مل سکتی ہے۔ اور پھر ہدایت ملنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان گمراہی سے بچا ہوا ہو کیونکہ جو گمراہ ہو اس کا ہدایت سے کیا تعلق ہے۔ تو اگر یہ مستقل دعائیں ہوتیں تو سورۂ فاتحہ میں یوں دعا مانگی جاتی کہ یا اللہ ہم گمراہ نہ ہوں۔ یا اللہ ہم پر تیرا غضب نازل نہ ہو۔ اور یا اللہ ہم ہمیشہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہوں۔ یہ ترتیب بالکل طبعی تھی۔ کیونکہ پہلے انسان کمزوریوں سے نجات حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ اور پھر یہ چاہتا ہے۔ کہ میں کامل انسان بن جاؤں۔ جب ایک بیمار دعا کرے گا۔ تو یوں کرے گا۔ کہ یا اللہ مجھے بیماری سے شفا بخش۔ اور مجھے طاقت عطا فرما۔ کیونکہ پہلے اس کی بیماری دور ہو گی۔ اور پھر اس میں طاقت آئیگی۔ اسی طرح خدا کا غضب اور ضلالت بیماریاں ہیں۔ اور اھدنا الصراط المستقیم کی دعا

قوت اور طاقت کی دعا

ہے۔ اور کوئی عقلمند یہ دعا کبھی نہیں کریگا کہ پہلے میں پہلوانوں کی طرح مضبوط بن جاؤں۔ اور پھر میری بیماریاں دور ہوں۔ وہ یہی دعا کرے گا کہ پہلے میری بیماریاں دور ہوں۔ اور پھر میرے اندر پہلوانوں کی سی طاقت آ جائے۔ تو اگر یہ تینوں مستقل دعائیں ہوتیں۔ تو غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کو پہلے رکھا جاتا۔ اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کو بعد میں۔ مگر یہ مستقل دعائیں نہیں بلکہ ساری دعائیں مل کر

ایک کامل دعاء

بنتی ہے۔ چنانچہ اھدنا الصراط المستقیم میں سیدھا راستہ اللہ تعالےٰ سے طلب کیا گیا ہے۔ اور اس دعا کے اندر ہی وہ ضلالت جو ایمان سے پہلے ہوتی ہے۔ اس کے دور ہونے کی دعا شامل ہے۔ مثلاً اگر کوئی بیمار صرف یہ دعا کرتا ہے۔ کہ یا اللہ مجھے مضبوطی اور طاقت عطا کر۔ تو بیماری کے دور ہونے کی دعا خود بخود اس میں آ جائیگی۔ ہاں اگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ الفاظ بھی بڑھا دے کہ پھر کبھی میں بیمار نہ ہوں تو بڑھا سکتا ہے کیونکہ یہ دعا آئندہ کے متعلق ہو گی۔ اس کی موجودہ بیماری کے دور ہونے کی دعا اس کے پہلے فقرہ میں ہی آ جائیگی۔ تو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ یا اللہ مجھے کامل صحت دے یا اللہ مجھے کامل قوت دے وہ ضلالت جو ایمان سے پہلے ہوتی ہے اور وہ غضب جو عدم ہدایت کی صورت میں نازل ہوتا ہے اس سے بچنے کی دعا خود بخود آ گئی مگر پھر ایمان کے بعد بھی کبھی انسان ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایمان کے بعد بھی کبھی انسان اللہ تعالےٰ کے غضب کا مورد ہو جاتا ہے۔ پس اس غضب اور اس ضلالت سے بچنے کی دعا ان آخری آیتوں میں سکھائی گئی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور مومنوں کو تلقین کی گئی ہے۔ کہ تم یہ دعا کرو۔ کہ یا اللہ ہماری بیماریوں کو دُور کر اور ہمیں اپنے فضل سے کامل روحانی صحت دے۔ مگر پھر اس صحت کی وجہ سے جو بعض خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور انسان اللہ تعالےٰ کے غضب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ضلالت اُس پر غالب آجاتی ہے۔ اور وُہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ ان تمام خرابیوں سے تاعمر۔ اور تا اختتامِ حیات ہمیں محفوظ رکھ۔ اور صراطِ مستقیم پر ثبات عطا فرما۔ تو غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین سے مُراد موجودہ بیماریوں کے دُور ہونے کے لئے دُعا نہیں۔ بلکہ جب ایمان کامل ہو جائے۔ تو اس کے بعد پیدا ہونے والی خرابیوں کے ازالہ کے لئے یہ دعا ہے۔ کہ الٰہی ہمیں ایمان تو حاصل ہو گیا۔ مگر اب ایسا فضل کر۔ کہ ہمارا ایمان کبھی زائل نہ ہو۔ اور ہم مرتے دم تک اسی پر قائم رہیں۔ غرض غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین استثنا ہے انعمت علیھم سے۔ کہ بعض منعم علیہ ہو کر مغضوب ہو جاتے ہیں۔ اور بعض منعم علیہ ہو کر ضال ہو جاتے ہیں۔ اور دُعا یہ سکھائی گئی ہے کہ الٰہی جب ہم منعم علیہ گروہ میں شامل ہو جائیں۔ تو پھر ہم منعم علیہ ہی رہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ کسی ٹھوکر کی وجہ سے مغضوب اور ضالین میں شامل ہو جائیں۔

یہ دعا ہے جو ہم ہمیشہ مانگتے رہتے ہیں۔ اور جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ عام مومن تو کجا منعم علیہ شخص بھی مغضوب اور ضال ہونیکے خطرہ میں ہر وقت گھرا ہوا ہے۔ اور بعض دفعہ انسان روحانی لحاظ سے بہت بلند مقام پر پہنچکر بھی ایسا گرتا ہے۔ کہ اس کے اندر ایمان کا شائبہ تک نہیں رہ جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لدھیانہ کے ایک شخص کے متعلق جو آپ سے نہایت گہری ارادت ظاہر کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک الہام ہُوا جس میں اس کی روحانی طاقتوں کی بہت بڑی تعریف کی گئی تھی۔ مگر بعد میں وُہ مرتد ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہ اس کے متعلق تو الہام الٰہی میں تعریف آچکی تھی۔ پھر یہ کیوں مرتد ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بے شک الہام میں اس کی تعریف موجود تھی اور اللہ تعالےٰ کا کلام بتا رہا تھا۔ کہ وُہ اعلےٰ روحانی طاقتیں رکھتا تھا۔ لیکن جب اُس نے ان طاقتوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اور اس میں کبر اور غرور پیدا ہو گیا۔ تو اللہ تعالےٰ کا غضب اُس پر نازل ہو گیا۔ اور وُہ مرتد ہو گیا تو

سُورۃ فاتحہ کی دُعا

ہمیں بتاتی ہے۔ کہ نفاق اور کفر یہ دو چیزیں انسان کے ساتھ ہر وقت لگی ہوئی ہیں۔ اور یہ دونوں مرضیں منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد انسان پر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان کے پیدا ہونے کے دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک مرض تو اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان پر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس کے فضل اُسے نوازنا شروع کرتے ہیں اور وُہ ایمان میں اعلےٰ درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن بجائے اللہ تعالےٰ کے احسانات کا شکر گزار ہونے کے وُہ تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور کسی وقت خدا تعالےٰ کی یا اس کے پیاروں اور مقبول بندوں کی کوئی ایسی گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وُہ تمام انعامات سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے غضب کے نیچے آجاتا ہے۔ گویا یہ

اللہ تعالیٰ یا اُس کے پیاروں سے لڑائی کا نتیجہ

ہوتا ہے۔ کہ وُہ تمام درجات سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا غضب اس پر نازل ہو جاتا ہے۔ یا پھر یہ مرض اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب وہ غلو کرنے لگ جاتا ہے۔ اور ایسی جگہ انکسار کرنے لگ جاتا ہے۔ جہاں اس کے لئے

انکسار جائز نہیں ہوتا

ایسی حالت میں اس کے اندر تکبر نہیں ہوتا۔ بلکہ انکسار ہوتا ہے۔ اور انکسار بھی جب حد سے بڑھ جائے۔ تو ایک مقام پر جرم بن جاتا ہے۔ پس انکسار اس کو ایک ایسے مقام پر لے جاتا ہے۔ جو ضلالت اور گمراہی کا مقام ہوتا ہے۔ اور اس طرح خدا تعالےٰ کی نگاہ سے وہ گر جاتا ہے۔ مثلاً خدا کے کسی برگزیدہ کے متعلق وہ یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں مَیں اتنا ذلیل ہوں اتنا ذلیل ہوں۔ کہ مجھے اب اس کی پوجا کرنی چاہئے۔ اور میں تو بالکل ادنیٰ انسان ہوں۔ یہ شخص جس کی میں اطاعت کرتا ہوں۔ خدا یا خدا کا بیٹا ہے جب انکسار کو وہ اس حد تک پہنچا دیتا ہے۔ تو وہ ضال کہلانے لگ جاتا ہے اور ایسا انسان بھی انعام کے مقام پر پہنچ کر گر جاتا ہے۔ پہلی قوم کی مثال رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود سے دی۔ اور دوسری قوم کی مثال رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ سے دی۔ یہود وہ تھے جنہوں نے

خدا تعالےٰ کے انبیاء کے مقابلہ میں تکبّر

سے کام لیا اور نصاریٰ وہ تھے جنہوں نے خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے مقابلہ میں اس قدر انکسار کیا۔ کہ اسے خدا اور خدا کا بیٹا سمجھنے لگ گئے۔ اور آپ اس کے بندے بن بیٹھے۔ پہلی قوم محبت توڑ کر خدا تعالےٰ کی مجرم بنی تھی۔ تو دوسری قوم محبت کی بے جا زیادتی کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے حضور مجرم قرار پا گئی۔ ۳۵ء میں مَیں نے اسی مسجد میں اسی ممبر پر کھڑے ہو کر

ایک رویا ر

سنایا تھا۔ جو انہی دنوں "الفضل" میں بھی شائع ہو گیا۔ اور جس کے ایک حصہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ

ناجائز محبت

انسان کو مجرم بنا دیتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ کبڈی کھیلنے لگے ہیں اور انہوں نے شرط یہ باندھی ہے۔ کہ جو جیت جائے گا۔ خلافت کے متعلق ان کا خیال قائم کیا جائے گا جب مجھے ان کے اس خیال کا علم ہوا تو میں نے ان پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ کیا تم دین کو ہنسی کا موجب بناتے ہو۔ اور کیا ان امور کا فیصلہ کبڈیوں سے ہو سکتا ہے اس پر جو لوگ پہلے خلافت کے مؤید تھے میں نے دیکھا کہ وہ بھی بھِر گئے اور انہوں نے میرے روکنے کو اپنی ہتک سمجھا۔ اور وہ بھی دوسرے فریق کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب یہ ایک ناجائز محبت کا مظاہرہ تھا۔ جو انہوں نے کیا۔ اور بوجہ اس کے کہ انہیں خدا کے لئے محبت نہ تھی ان کے ایمان ضائع ہو گئے۔

پس اگر

محبت کے جذبہ کا غلط طریق پر استعمال

کیا جائے۔ تو اس کا نتیجہ کبھی کبھی اچھا نہیں نکل سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کے دل میں بڑا ایمان تھا۔ اسے سلسلہ سے بڑی محبت تھی پھر اُسے کیوں ٹھوکر لگی اس کا جواب یہی ہے کہ اس کی محبت اور اس کا اخلاص خدا کیلئے نہیں تھا۔ بلکہ کسی کمزوری یا الٰہی تصرف کے ماتحت تھا۔ اس لئے ایسے انسان باوجود محبت میں ترقی کر جانے کے پھر بھی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ تو انسان کے متعلق کسی مقام پر بھی یہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ اب ٹھوکر سے محفوظ ہے۔ سوائے اسکے کہ وہ اس اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے جہاں خدا کی طرف سے یہ کہہ دیا جائے کہ اب اُسے ٹھوکر نہیں لگے گی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غرض اللہ تعالےٰ نے سورۃ فاتحہ میں ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں یہ دونوں مضمون بیان کر دیئے ہیں۔ یعنے یہ کہ ایک طرف تمہارے لئے ہر قسم کی ترقیات مقدر ہیں۔ اور تم

اعلےٰ سے اعلیٰ انعامات

حاصل کر سکتے ہو۔ مگر دوسری طرف یہ یاد رکھو کہ جوں جوں انعامات بڑھتے جائیں اتنا ہی انسان کے گرنے کا بھی زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

کہ جو شہسوار ہو وہی میدانِ جنگ میں گرتا ہے۔ وہ بچہ جو گھٹنوں کے بل چل رہا ہو اس نے کیا گرنا ہے۔ اسی طرح انسان جتنا زیادہ اونچا چڑھتا اور روحانی کمالات حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ اتنا ہی اس کے

گرنے کا احتمال

بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

یہودی کتب میں اور ہماری روایات کی کتب میں ایک شخص

بلعم باعور کا حال

لکھا ہے کہ اس نے بڑی عبادتیں کیں۔ بڑی عبادتیں کیں۔ بڑی عبادتیں کیں۔ یہاں تک کہ وہ خدا تعالےٰ کا مقرب ہو گیا۔ اور اس کی دعائیں نہایت کثرت سے قبول ہونے لگیں۔ حتےٰ کہ لوگ جب اس کے پاس جاتے۔ اور دعا کرانے کے لئے کہتے۔ تو اس یقین سے واپس آتے۔ کہ اب یہ دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔ ایک دفعہ حضرت موسےٰ علیہ السلام اس کے ملک میں سے گذرے تو اس ملک کا جو بادشاہ تھا۔ اس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا۔ اور آپ سے لڑائی شروع کر دی۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ میرا پلہ کمزور ہے۔ اور میں موسیٰ کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو اس نے اپنے مشیر کاروں سے مشورہ لیا۔ انہوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ بلعم کو بلاؤ اور اس سے دعا کراؤ اگر وہ موسےٰ کے خلاف بددعا کریگا تو موسےٰ کے لشکر کو ضرور شکست ہو جائے گی۔ اس پر اس نے بلعم کی طرف اپنا آدمی بھیجا اور کہا کہ میرا موسےٰ سے مقابلہ ہے۔ تم میرے لئے دُعا کرو کہ اس مقابلہ میں میں کامیاب ہو جاؤں۔ اور اگر میں جیت گیا۔ تو میں تمہیں بہت کچھ انعام دوں گا۔ مگر پیشتر اس کے کہ بادشاہ کا آدمی اس کے پاس پہونچتا۔ بلعم کو خدا نے خواب میں بتلا دیا۔ کہ دیکھنا موسیٰ میرا پیارا بندہ ہے۔ اس کے خلاف بددعا نہ کیجو جب بادشاہ کا پیغامبر اس کے پاس پہنچا۔ تو چونکہ بلعم یہ خواب دیکھ چکا تھا اس لئے اس نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ موسےٰ کے خلاف میں بددُعا نہیں کر سکتا۔ مگر اس کی بیوی نے جس کے دل میں انعام کا لالچ پیدا ہو گیا تھا۔ اُسے کہا دیکھو خوابوں کی مختلف تعبیریں ہوتی ہیں۔ تم انکار مت کرو۔ اور اس کے ساتھ جاؤ۔ اور موسےٰ کے خلاف بددُعا کرو۔ ممکن ہے ہمارے بھی دن پھریں۔ اور ہماری تنگدستی دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کی بات مان گیا۔ اور گھر سے موسےٰ کے خلاف بددعا کرنے کے لئے نکلا۔ لیکن جب وہ اس شخص کے ساتھ چلا۔ تو تین دفعہ خدا تعالےٰ کے فرشتے نے سامنے کھڑے ہو کر اسے روکا اور کہا کہ موسےٰ کے خلاف بددُعا مت کر۔ مگر وہ پھر بھی اپنی بیوی کے کہنے کے مطابق چلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ایک الگ مقام میں اس نے بادشاہ کے حکم کے ماتحت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددُعا

کرنی شروع کر دی۔ ابھی وہ دُعا کر ہی رہا تھا۔ کہ معاً اس پر کشفی حالت طاری ہوئی۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ ایک کبوتر سا اس کے مونہہ سے نکل کر اڑی جا رہی ہے۔ اس نے ایک فرشتے سے پوچھا یہ کیا ہے۔ خدا کے فرشتے نے جواب دیا۔ یہ تیرا ایمان ہے جواب تیرے اندر سے نکل کر اڑا جا رہا ہے۔ اب تو ساری عمر بیٹھا ریاضتیں کرتا رہ خدا نے تجھے جو انعام دیا تھا۔ وہ اب اس نے واپس لے لیا ہے۔ اور تیری تمام ولایت اس نے چھین لی ہے۔ اب دیکھو ایک شخص صاحبِ کشف ہے۔ صاحبِ وحی ہے۔ صاحبِ الہام ہے۔ خدا کا مقرب ہے۔ اور اتنا مقرب ہے کہ اس کی کوئی دعا رد نہیں کی جاتی۔ مگر جب وہ اس شخص کا مقابلہ کرتا ہے جسے خدا تعالےٰ نے نظام کے قائم کرنے کے لئے کھڑا کیا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی ساری عبادتوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ تیری دعا چونکہ کسی فرد کے خلاف نہیں بلکہ میرے خلاف ہے۔ اس لئے ساری عمر کی عبادتوں کے نتیجہ میں ہماری طرف سے جو تجھے انعام ملا تھا۔ وہ ہم واپس لیتے ہیں۔ تو معمولی مقام تو ایک طرف رہے بڑے بڑے مقام پر پہونچ کر بھی انسان بعض دفعہ ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ اور ایسی بری طرح گرتا ہے۔ کہ اس کا ایمان بالکل ضائع ہو جاتا ہے۔

اب تک ہماری جماعت میں سے جن لوگوں کو ٹھوکریں لگیں۔ اور وہ مرتد ہوئے۔ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو ایسا صاحبِ کشف اور صاحبِ الہام ہو۔ کہ اس کے صاحبِ کشوف اور صاحبِ الہام ہونے کا جماعت کے اکثر حصہ کو علم ہو۔ اور انہیں اس کے کشوف اور اس کے الہامات کے سچا ہونے کا تجربہ ہو۔ ایسے تو کئی ہیں جن کے

دماغ میں خرابی

پیدا ہو گئی اور وہ کئی قسم کے دعوے کرنے لگے۔ مگر اُن کا یہاں ذکر نہیں۔ انکے بگاڑ کا باعث انکے کشوف اور الہام ہی ہوئے ہیں۔ بلکہ ان کے دماغ کا بگاڑ ان کے کشوف والہام کا موجب ہوا ہے۔ مگر وہ لوگ جن کے کشوف اور الہامات کی جماعت گواہ ہو۔ اور ہزاروں آدمیوں کو اس بات کا تجربہ ہو۔ کہ انہیں خدا تعالےٰ سے خاص تعلق ہے۔ ایسا کوئی آدمی ہماری جماعت سے آج تک بھی مرتد نہیں ہوا۔ ظاہری علم بالکل اور چیز ہے اگر ظاہری علم پر ہی

فضیلت اور بزرگی کی بنیاد

رکھی جائے تو نعوذ باللہ دنیا کے سارے انبیاء کو جھوٹا کہنا پڑے گا کیونکہ انکا مقابلہ کرنے والے "علماء" ہی ہوئے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بھی عرب کے کاہن اور علماء اٹھے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بھی اس زمانہ کے فقیہوں اور فریسیوں نے مقابلہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسے ہی لوگ آپ کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی انہی لوگوں نے مقابلہ کیا۔ جو اپنے آپکو ظاہری علوم کے لحاظ سے بہت بڑا عالم سمجھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ

مولوی محمد حسین بٹالوی

نہایت حقارت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "منشی غلام احمد" لکھا کرتے تھے۔ گویا آپ (نعوذ باللہ) صرف منشی ہیں کہ دو چار سطریں لکھ لیتے ہیں۔ عالم نہیں ہیں۔ اور وہ اس بات پر بہت خوش ہوتے کہ میں نے انہیں "منشی" لکھا ہے۔ مجھے یاد ہے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ کہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی نے کسی مجلس میں بیان کیا۔ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت تو یہ لکھا ہے کہ یہ مولوی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس نے یہ لکھا ہے کہ وہ منشی ہیں۔ مجھے اس وقت بھی ان کی یہ بات بری معلوم ہوئی تھی۔ اور آج بھی بُری محسوس ہوتی ہے۔ انکے دل میں شائد مولویت کی کوئی قدر ہو تو ہو ہمیں تو کوئی مولوی کہہ دے تو چڑ آجاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ مولوی کا لفظ بُرا ہے۔ مولوی ایک عربی کا لفظ ہے۔ اور یہ مولائی سے بنا ہے

393
Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس کے معنے یہ ہیں - کہ ہمارا مُولا ہمارا سردار - اور ہمارا اُستاد مگر اب

مولوی کے لفظ کا استعمال

جن لوگوں پر شروع ہوگیا ہے - اُن کو دیکھتے ہُوئے اس بات سے شرم آتی ہے - کہ کوئی ہمیں مولوی کہدے تو ظاہری علوم بالکل اور چیز ہیں - اور یہ ضروری نہیں - کہ ظاہری علوم والے روحانیت میں بھی کوئی درجہ رکھتے ہوں - قرآن کریم نے بے شک بعض لوگوں کو علماء قرار دیا ہے - مگر اُس نے انہی کو علماء قرار دیا ہے - جو اپنے اندر خوفِ خدا رکھتے ہوں - جیسا کہ وُہ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کہ اپنے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی خشیت رکھنے والے علماء ہیں - اور جو اُس کا خوف نہیں رکھتے وُہ جاہل ہیں - گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں جس قدر علماء کہلانے والے تھے - ان کو قرآن کریم نے جاہل قرار دیا - اور جس قدر لوگوں کی نگاہ میں جاہل سمجھے جانے والے تھے - اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وُہ ایمان لے آئے تھے انہیں عالم قرار دیا - اور فرمایا - عالم ابوبکر رضؓ ہے - عالم عمر رضؓ ہے - عالم عثمان رضؓ ہے - عالم علی رضؓ ہے - عالم طلحہ رضؓ ہے عالم زبیر رضؓ ہے - اور عالم اور صحابہ رضؓ ہیں - مثلاً بلال رضؓ وغیرہ - مگر یہ جو عرب کے بڑے بڑے کاہن ہیں - یہ سب جاہل ہیں - عالم نہیں - تو

ظاہری علوم کوئی چیز نہیں

اصل چیز باطنی علوم ہیں - اور جب وہ کسی کو حاصل ہو جائیں - تو اسی کی عزت اللہ تعالےٰ کی طرف سے دُنیا میں قائم کی جاتی ہے - اور انہی علوم کی کوئی قیمت ہوتی ہے :-

مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے قریب زمانہ میں ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں - اُن کا ایک لطیفہ ہے جس سے ان کی عزت دل میں پیدا ہوتی ہے کہتے ہیں - کہ امرتسر میں ایک دفعہ لوگوں نے مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک بڑا بھاری عالم تیار کیا - جو علوم مروّجہ میں خوب ماہر تھا - اس کے بعد وُہ لوگ مولوی عبد اللہ صاحب کے پاس گئے اور انہیں کہا - کہ آپ مجلس میں چلیئے - آپ کی فلاں عالم سے بحث کرانی ہے مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی بے شک عالم تھے - مگر ایسے نہیں - کہ انہوں نے صرف ونحو کی گردانیں رٹی ہوئی ہوں - وُہ ایک

صُوفی منش بزرگ

تھے - مگر لوگ چاہتے تھے - کہ عربی کی ترکیبوں میں لاکر انہیں گرائیں - اور ذلیل کریں - خیر وُہ مجلس میں آگئے لوگوں نے کہا - مولوی صاحب یہ فلاں عالم صاحب آئے ہیں - کیا یہ آپ سے کوئی سوال کریں - مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی یہ عادت تھی - اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی عادت تھی - کہ جب خاموش ہوتے - تو سر نیچے ڈال کر یا سر کو ہاتھ کا سہارا دے کر بیٹھے رہتے - اور ذکر الٰہی کرنے والے بالعموم ایسا ہی کیا کرتے ہیں - جب انہوں نے پوچھا - کہ کیا یہ آپ سے کوئی سوال کریں - تو مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی نے فرمایا " اگر نیت بخیر باشد " یعنی اگر نیت نیک ہو - تو بے شک سوال کریں - وُہ آدمی بھی گو بظاہر دُنیوی علماء میں شامل تھا - مگر اس کے دل میں تقوےٰ کی آگ جلتی تھی جب انہوں نے کہا - اگر نیت بخیر باشد تو اس نے سوال کرنے سے انکار کردیا - اور کہا - کہ اس وقت تو میں بحث کی نیت سے ہی آیا تھا - اور درحقیقت یہ جو اُس شخص میں تقوےٰ پیدا ہُوا - مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی بات کے نتیجہ میں پیدا ہُوا - اسی طرح

حضرت مسیح موعُود علیہ السلام کا بھی ایک واقعہ

ہے - شروع شروع میں مولوی محمد حسین صاحب جب مولوی ہوکر بٹالہ آئے - تو ان کے خیالات بٹالہ کے رہنے والوں کو سخت گراں گزرے - آپ فرماتے - کہ ایک دفعہ جب میں بٹالہ میں گیا - تو چونکہ لوگوں کو میرے مذہبی جوشش اور مذہبی تحقیق کو تافیق کا علم تھا - اور وُہ جانتے تھے - کہ عیسائیوں کے متعلق میں اکثر مضامین لکھتا رہتا ہوں - اور صوفیاء کی میرے دل میں عزت ہے اس لئے بعض لوگ میرے پاس آئے - اور کہنے لگے - آپ سے ایک ضروری کام ہے - آپ ہمارے ساتھ فلاں مسجد میں چلیں - جب میں وہاں گیا - تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بیٹھے تھے - اور لوگوں کا بہت بڑا مجمع تھا - لوگوں نے مجھے کہا - کہ آپ حنفیوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے بحث کریں - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حنفیوں کی طرف ہیں - کیونکہ حنفیوں کا یہ عقیدہ ہے - کہ اول قرآن ہے اور پھر حدیث - اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے، جب لوگوں نے آپ کو مولوی محمد حسین صاحب سے بحث کرنے کے لئے آمادہ کرنا چاہا - تو آپ نے فرمایا - مجھے ان کے مذہب کا پتہ نہیں - پہلے یہ اپنا عقیدہ بیان کریں - اس کے بعد میں ان پر کوئی اعتراض کرسکتا ہوں - مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بیان کیا - کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے - کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے جو قول ثابت ہو جائے - وُہ ہمیں تسلیم کرلینا چاہیئے - اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا - اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے - کیونکہ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات نہیں ماننی - تو اور کس کی ماننی ہے؟ بہرحال جب آپ نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی یہ بات سُنی تو فرمایا - یہ بالکل ٹھیک ہے - میں اعتراض کس بات پر کروں - یہ سنتے ہی لوگ سخت غضب میں آگئے - اور انہوں نے شور مچانا شروع کردیا - کہ ہار گئے - ہار گئے - بس یونہی عالم بنے پھرتے تھے ہمیں اب پتہ لگا - کہ یہ عالم نہیں - جاہل ہیں - آپ نے لوگوں کی ان تمام باتوں کو سُنا - مگر کوئی پروا نہ کی - اور وہاں سے چلے آئے - واپسی کے وقت خدا تعالےٰ نے آپ پر الہام نازل کیا - کہ چونکہ تو نے میری خاطر یہ ذلت برداشت کی ہے - اس لئے " تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہُوا - اور وُہ تجھے بہت برکت دے گا - یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے " تو

علمائے حقیقی وُہی ہیں

جن کا خدا تعالےٰ سے تعلق ہو - مگر ان علماء میں سے بھی وُہ لوگ جو اس مقام پر نہیں پہونچے ہُوئے ہوتے - جس مقام پر پہونچکر خدا تعالےٰ انہیں اعملوا ما شئتم کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے - بعض دفعہ ٹھوکر کھا جاتے - اور پھر ایسے ذلیل ہوجاتے ہیں - کہ اُن کی ذلت کی کوئی انتہاء نہیں رہتی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے - شروع شروع میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی تعریف کی - اتنی تعریف کی - کہ اسے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے - ایک پُرجوش مرید آپ کی تعریف کر رہا ہے - چنانچہ براہین احمدیہ پر انہوں نے جو ریویو کیا - اس میں لکھا - کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی ایک شخص نے بھی اپنے قول اور عمل سے اسلام کی اتنی خدمت نہیں کی - جتنی حضرت مرزا صاحب نے کی ہے - مگر پھر وُہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے - جنہوں نے آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا - اور تمام ہندوستان میں آپ کی مخالفت کی آگ بھڑکائی محض اس لئے کہ میری ہتک ہوئی ہے - مجھ سے اپنے دعوےٰ کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے مشورہ کیوں نہیں کیا - اور دراصل پہلا غصہ اُنہیں آپ پر یہی تھا - چنانچہ جب کسی شخص نے انہیں بتایا - کہ آپ ایک ایسی کتاب لکھ رہے ہیں - جس میں وفاتِ مسیح کا ذکر آتا ہے -

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کہنے لگے۔ کہ ہم سے تو انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر اسی غصہ میں وُہ سارے ہندوستان میں پھرے اور آپ پر کفر کا فتوے لگایا۔ اور کہا کہ میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا تھا اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤنگا مگر نتیجہ کیا نکلا۔ انہوں نے اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے لئے ہاؤ ہو کا شور بھی مچالیا آپ کو گالیاں بھی دی گئیں۔ آپکو بُرا بھلا بھی کہا گیا۔ آپ کے خلاف لوگوں کو مشتعل بھی کیا گیا۔ مگر

آخر فتح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی حاصل ہوئی

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ ملتان کسی مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ میں نے اس وقت خواہش کی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں چنانچہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے میری عمر اس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ مجھے یہ بھی یاد نہیں۔ کہ میں نے ملتان میں کیا کیا دیکھا۔ جب ہم واپس آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں بھی ایک دو دن ٹھہرے۔ انہی دنوں کسی دوست نے شہر کے اندر آپ کی دعوت کی۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ وہ کھانے کی دعوت تھی یا اس دوست نے کسی اور تقریب پر آپ کو بلایا تھا جس وقت آپ وہاں سے واپس آرہے تھے۔ تو وزیر خان کی مسجد یا سنہری مسجد کے قریب

بہت بڑا ہجوم

اکٹھا ہو گیا۔ مفتی محمد صادق صاحب بھی ان دنوں وہیں قریب رہتے تھے۔ اور میاں تاج دین صاحب بھی وہیں رہتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں سے کس دوست کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ بہرحال جب واپس آئے تو مسجد کے قریب بہت بڑا ہجوم تھا۔ اور جونہی لوگوں نے آپ کی گاڑی دیکھی۔ انہوں نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ بعض گالیاں دینے لگ گئے۔ بعض نے آپ کے خلاف نعرے لگائے۔ اور شور سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ شائد یہ نظارہ میرے ذہن سے اتر جاتا۔ اور میں اس واقعہ کو بالکل بھول جاتا۔ مگر

بچپن کی عمر کے لحاظ سے ایک بات

میں نے ایسی دیکھی۔ کہ جس نے اس نظارہ کے نقوش کو بہت گہرے طور پر میرے دماغ پر ثبت کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڈھا شخص جس کی ڈاڑھی ناف تک پہونچ رہی تھی۔ ۷۵۔۸۰ سال اس کی عمر ہو گی۔ اس کا قد لمبا اور جسم دبلا پتلا تھا۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ پر زرد زرد پٹیاں باندھی ہوئی تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کا ہاتھ زخمی ہے۔ اور ہاتھ پہنچے کے آگے سے کٹا ہوا تھا۔ اپنے اس ٹنڈ کو دوسرے صحیح ہاتھ پر مار رہا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا کہ ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا۔ اپنے بچپن کے لحاظ سے یہ نظارہ میرے لئے

ایک عجیب نظارہ

تھا۔ کہ ایک شخص کا ہاتھ کٹا ہوا ہے اور اس پر ہلدی وغیرہ اس نے باندھی ہوئی ہے۔ مگر وہ اپنا ٹنڈ دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا۔ بے شک یہ چیزیں ہوئیں۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان باتوں کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور وہ اپنے دل میں کہتے ہونگے۔ کہ دیکھا ہم نے احمدیوں کا کیسا ناطقہ بند کیا۔ ان کو کیسا ذلیل اور کیسا رسوا کیا۔ مگر دنیا کی نگاہوں میں جو ذلت ہو۔ وہ

خدا تعالےٰ کے نزدیک عزت

ہوتی ہے۔ اور دنیا کی نگاہوں میں جو عزت ہو وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک ذلت ہوتی ہے۔ جس وقت وہ تمام لوگ ہنسی کر رہے تھے۔ جس وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ سمجھتے تھے۔ کہ انہوں نے ساری دنیا میں تبلیغ احمدیت کے راستے بند کر دیئے ہیں۔ اس وقت ہر گالی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مل رہی تھی وہ آپ کے

انعامات اور خطابات اور القابات کی فہرست

میں لکھی جارہی تھی۔ آخر یہ ان گالیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ جو ہم یہاں بیٹھے ہیں اور کس بات کا نتیجہ ہے۔ پس وہ جتنا جتنا کہتے ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا یعنے نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مر گئے ہیں۔ اور وہ آپ کا سیاپا کر رہے ہیں۔ اتنا ہی فرشتے کہتے آپ کو اور زندگی ملے آپ کو اور درجہ ملے۔ اور آخر وہی بات پوری ہوئی جو خدا اور اسکے فرشتوں نے کہی۔ وہ بات تو پوری نہ ہوئی۔ جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہی تھی۔ تو دنیا کی طرف سے جو عزتیں آتی ہیں۔ وہ کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔ ہاں جو عزت خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے وہی حقیقی عزت ہوتی ہے۔ اور وہ انہی کو ملتی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی خشیت اپنے دل میں رکھتے ہوں۔ ظاہری علوم کے رٹ لینے سے وہ عزت نہیں مل سکتی۔ تو انسان کے لئے دنیا میں

ہر مقام پر گرنے کا خطرہ

ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ ایسے مقام پر پہونچ جائے۔ جہاں خدا خود اسے محفوظ قرار دے دے اور کہہ دے کہ اب تیرے گرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔

غرض سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں بتایا ہے۔ کہ تم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی دعا ہمیشہ پڑھتے رہو۔ یہ نہ ہو کہ ترقی کرتے کرتے تم کسی مقام پر پہونچ کر خوش ہو جاؤ اور سمجھ لو کہ اب ہم ایسے مقام پر پہونچ گئے ہیں کہ ہمارا ایمان خراب نہیں ہو سکتا فرمایا۔ یہ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں جو چاہو کرو۔ تمہارا حق نہیں۔ کیونکہ خدا جب کسی بندے کو کہتا ہے کہ اب تو برجی ہیں آئے کر تو اس کے بعد اس کی نگرانی بھی کرتا ہے۔ لیکن بندہ جب اپنے متعلق خود بخود یہ مقام تجویز کر لیتا ہے۔ تو چونکہ نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ٹھوکر کھاتا اور گر جاتا ہے۔

یہ وہ سورۃ ہے جو ہم پانچ وقت نمازوں میں روزانہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر پانچوں نمازوں کی ہر ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور خدا تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ الٰہی منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد ہم

ارتداد کے گڑھے میں

نہ گر جائیں۔ پھر وہ بات جس کا کسی نماز میں چار دفعہ کسی نماز میں پانچ دفعہ کسی نماز میں دس دفعہ اور کسی نماز میں گیارہ دفعہ ہم اقرار کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد بھی انسان بعض دفعہ مغضوب اور ضال بن جاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اس سے زیادہ بے وقوفی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی گورکن روزانہ قبریں کھودے۔ اور لوگوں کو اپنے ہاتھ سے لحد میں اتارے۔ اور پھر لوگوں سے یہ کہے کہ کیا لوگ مر بھی جاتے ہیں۔ جب وہ روزانہ لوگوں کو دفن کرتا۔ اور ان کی قبریں کھودتا ہے۔ تو اس کا موت پر تعجب کرنا بے وقوفی نہیں تو اور کیا کہلائے گا۔ اسی طرح ایک انسان جب روزانہ پانچ دفعہ خدا تعالےٰ کے حضور جاتا اور کئی کئی رکعتوں میں تواتر اور تسلسل کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ

394

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا اللہ تو مجھے بڑے سے بڑے انعامات دیجیو۔ مگر ایسا نہ ہو۔ کہ انعامات حاصل کرنے کے بعد میں پھر گمراہ ہوجاؤں۔ اور ارتداد کے گڑھے میں گر جاؤں۔ اس کا یہ کہنا کہ فلاں شخص

ایمان لانے کے بعد مرتد

کیوں ہوگیا۔ بے وقوفی اور حماقت ہے اگر بڑے انعاموں کے حاصل کرنے کے بعد انسان مرتد نہیں ہوسکتا۔ تو یہ دعا کیوں سکھائی گئی ہے۔ جو تہجّد اور اشراق اور ضحیٰ اور دوسرے نوافل کو اگر نکال بھی دیا جائے۔ تو کم از کم پانچ وقت فرض نمازوں میں انسان مانگتا۔ اور ہر رکعت میں مانگتا ہے۔ پھر فرائض کے علاوہ سُنتیں اور نوافل ہیں۔ جن میں یہی دُعا مانگی جاتی ہے۔ اور یہ نوافل عصر کے ساتھ بھی ہیں۔ اور صبح کے ساتھ بھی ہیں۔ اور دوسری نمازوں کے ساتھ بھی ہیں۔ ان سب میں انسان یہی دُعا مانگتا ہے۔ اور کم سے کم چار دفعہ ہر نماز میں خدا تعالےٰ سے کہتا ہے کہ یا اللہ میں اعلےٰ سے اعلےٰ مومن بن جاؤں۔ مگر

ایمان میں کمال حاصل کرنے کے بعد

پھر منافق نہ بن جاؤں۔ ایمان میں کمال حاصل کرنے کے بعد پھر مرتد نہ ہوجاؤں جب اتنی دفعہ ایک انسان یہ اقرار کرتا۔ اور تسلیم کرتا ہے۔ کہ منعم علیہ گروہ میں شامل ہوکر بھی انسان مغضوب اور ضال بن سکتا ہے۔ تو اس کے لئے کسی انسان کا مرتد ہونا ہرگز کوئی عجیب بات نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ ابتلاء لوگوں کو شاذ و نادر کے طور پر آنا ہوتا۔ تب بھی اتنی لمبی اور مسلسل دُعا کی جو ہر نماز کی ہر رکعت میں مانگی جاتی ہے۔ ضرورت نہیں تھی۔ مگر اس دُعا کا مسلسل مانگا جانا بتاتا ہے۔ کہ اس قسم کے ابتلاء ایسے شاذ نہیں ہیں۔

اصل بات

یہ ہے۔ کہ جب کسی قوم پر انعام نازل ہوتے ہیں۔ تو وُہی انعام اس قوم کو تباہ بھی کر دیا کرتے ہیں۔ اگر اس قوم میں خشیۃ اللّٰہ نہ ہو۔ ہاں اگر خشیۃ اللّٰہ ہو۔ تو وُہ اس تباہی سے محفوظ رہتی ہے۔ اسی لئے دُنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جسے

ترقی اور عروج کے بعد زوال

نہ ہوا ہو۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ انعام جہاں خوشی کا موجب ہوتے ہیں۔ وہاں قوموں۔ اور افراد کی تباہی کا موجب بھی ہوجاتے ہیں۔ جیسے اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے بعد غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ لاکر خدا نے بتا دیا۔ کہ ہر انعام اپنے ساتھ ایک مخفی ابتلاء بھی رکھتا ہے۔ اور مومنوں کو چاہیئے۔ کہ وُہ ان

ابتلاؤں سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ تعالےٰ سے دُعائیں

مانگتے رہیں۔ یہ ابتلاء عموماً دو وجہ سے آیا کرتے ہیں۔ اور اگر مومن ان وجوہ کو یاد رکھیں۔ تو ابتلاء آنے کا دروازہ بالکل بند ہوجائے۔

ایک وجہ ابتلاء آنے کی

یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب میرے لئے انعام کے دروازے بند ہیں۔ جب کسی انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوجائے۔ کہ اب میرے لئے انعام کے حصُول کے دروازے بند ہیں۔ وُہ تباہی کی طرف جانا شروع کر دیتا ہے۔

دراصل یہ قانونِ قدرت ہے۔ کہ جب بھی یہ خیال پیدا ہوجائے۔ کہ انعام کے دروازے اب ہمارے لئے بند ہیں۔ خواہ کسی قوم کے دل میں یا بعض افراد کے دل میں آئے وُہ تباہ ہوجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر متبعین قرآن کو لے لو۔ قرآن ہمارے ہاتھ میں بھی وُہی ہے۔ جو غیر احمدیوں کے ہاتھ میں ہے۔ انہی کے شائع کردہ قرآن ہم پڑھتے ہیں۔ لغتیں بھی انہی کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ مگر باوجود اس کے جب قرآن غیر احمدیوں کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ تو وُہ بولتا ہی نہیں خاموش رہتا ہے۔ مگر جب ہمارے ہاتھ میں آتا ہے۔ تو اتنا بولتا ہے۔ اتنا بولتا ہے۔ کہ یوں معلوم ہوتا ہے اس کے معارف ختم ہونے میں ہی نہیں آتے۔ اور واقع میں اس کے معارف ختم نہیں ہوتے۔ آخر اُس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے۔ اور وُہ بظاہر نہایت چھوٹی سی ہے۔ اور وُہ یہ کہ غیر احمدیوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی تفسیر جو اُن کے بزرگ لکھ گئے۔ اس کے بعد

قرآن کریم کے معارف کے دروازے بند

ہوچکے ہیں۔ اور کسی پر کوئی ایسا نکتہ نہیں کھل سکتا۔ جو پہلے بزرگ نہ لکھ گئے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ جب وُہ قرآن پڑھتے ہیں۔ تو انہیں وُہی تفسیریں ملتی ہیں۔ جو اُن کے بزرگ لکھ گئے ہیں۔ کوئی نئی بات اُن پر منکشف نہیں ہوتی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں آکر بتایا۔ کہ قرآن مجید کے متعلق یہ کہنا۔ کہ اس کے معارف کا دروازہ بند ہوچکا ہے۔ کفر کا کلمہ ہے۔ اس میں سے

نئے سے نئے معارف نکل سکتے ہیں

اور نئی سے نئی تفسیریں اس کی آیات کی ہوسکتی ہیں۔ جب ہم اس نکتہ اور اس خیال کے ماتحت قرآن مجید کو پڑھتے۔ اور اس پر غور اور تدبّر کرتے ہیں۔ تو ہمیں نئی سے نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اور ہم پر وُہ وُہ معارف کھلتے ہیں جو پہلے مفسرین نے اپنی کسی تفسیر میں نہیں لکھے۔ ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ اُن مفسروں نے بڑی بڑی محنتیں کیں۔ اور قرآن کریم کے اچھے اچھے معارف اور نکتے دُنیا کے سامنے پیش کئے۔ مگر ہم یہ ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرسکتے۔ کہ قرآن کریم کے معارف محدود ہوں۔ اور جو

پہلوں پر معرفت کی باتیں

کھل چکیں۔ اُن سے زائد کوئی باتیں قرآن کریم میں نہ ہوں۔ جب اس مادی دُنیا کی ایجادات کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ تو ہم یہ کس طرح مان لیں۔ کہ عالمِ روحانی کی ایجادات کا سلسلہ بند ہوگیا ہے پس چونکہ ہم اس نیت سے قرآن کریم کے پاس جاتے ہیں۔ کہ وُہ

ایک زندہ کتاب

ہے۔ جو اپنی معرفت کے تازہ بتازہ پھل ہمیں کھلائے گی۔ اس سے خدا ہمارے ساتھ وُہی سلوک کرتا ہے جو ایک سخی میزبان اپنے مہمان کے ساتھ کرتا ہے۔ جس طرح حاتم طائی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ جب مہمانوں کو دیکھتا۔ تو اپنے اونٹ۔ اور اپنی بکریاں ذبح کر کرکے ہیں کھلاتا۔ اور اُن کی خاطر و تواضع حد سے زیادہ کرتا۔ اسی طرح جب ہم قرآن کریم کے باغ میں داخل ہوتے ہیں۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم ایک ایسے سخی کے پاس چلے گئے ہیں۔ جسے اس میں لذت آتی ہے۔ کہ وُہ تازہ بتازہ پھل ہمارے سامنے پیش کرے۔ اور کھلائے۔ چنانچہ اس باغ کا مالک یعنی اللہ تعالےٰ

اپنے معارف کے پھل

ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میرا یہ پھل بھی کھاؤ۔ میرا وُہ پھل بھی کھاؤ۔ میرے اس پھل کا بھی مزا چکھو۔ اور میرے اُس پھل سے بھی لطف اندوز ہو۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ایک باغ ہے جس میں کروڑوں قسم کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ اور ہر درخت پھلوں سے لدا ہوا ہے۔ اور ہر قسم کے پھل بالکل پکے ہوئے تیار موجود ہیں۔ اور

باغ کا مالک

ایک پھل اُتار کر کہتا ہے۔ کہ اس باغ کا یہ پھل کھاؤ۔ اور پھر دوسرا پھل پیش کرتا ہے اور کہتا ہے۔ یہ بھی کھاؤ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور پھر دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں حتےٰ کہ وہ پھل توڑ توڑ کر ہمارے سامنے رکھتا چلا جاتا ہے۔ اور کہتا ہے یہ بھی لو اور وُہ بھی لو۔ اسے بھی چکھو اور اُسے بھی چکھو۔ مگر جب اسی باغ میں غیر احمدی جاتے ہیں تو انہیں کیکر کے درختوں کے سوا اور کوئی درخت نظر نہیں آتا۔ اور کیکر کے درخت بھی ایسے جو خشک ہوں۔ اور جن پر کوئی سبزی نہ ہو۔ نہ درختوں سے انہیں کچھ ملتا ہے۔ اور نہ مالک انہیں کچھ دیتا ہے۔ اور وُہ خالی ہاتھ واپس آجاتے ہیں۔ اس کی وجہ محض ایک ہی ہے۔ اور وُہ یہ کہ وہ اس باغ کے مالک کے پاس

بدظنی اور بدگمانی

سے بھرا ہوا دل لے کر جاتے ہیں۔ وہ پہلے خیال کر لیتے ہیں۔ کہ اس گھر کا مالک بہت بخیل اور کنجوس ہے۔ وہ ہمیں کچھ نہیں دے گا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انہیں کچھ نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے جب یہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ تو میں نہیں کیوں اپنی نعمتیں دوں۔ مگر جب ہم اس باغ کے مالک کے پاس جاتے ہیں تو اس یقین کے ساتھ جاتے ہیں۔ کہ یہ بہت ہی سخی ہے۔ اور ہمارے دامن کو اپنی نعماء سے پُر کر دے گا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ہمیں ہمارے یقین سے بھی زیادہ مالا مال کرتا ہے اور کہتا ہے یہ مجھ پر حسن ظن لے کر آئے ہیں۔ اب میں ان کے حسن ظن سے بھی بڑھ کر ان سے سلوک کروں گا۔ تا میرے احسانات کے اور بھی گرویدہ ہوں۔ تو دیکھو کتنی

چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے

مسلمانوں نے اس خزانہ کو کھو دیا۔ جب انہوں نے یہ سمجھا کہ اب قرآن کریم کے معارف کا انعام انہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو انعام ملنا تھا۔ وہ ان کے بزرگوں کو مل چکا۔ ان پر الٰہی معرفت کے دروازے بند ہو گئے۔ تو وہ قرآن کریم سے فائدہ اٹھانے سے کلی طور پر محروم ہو گئے۔ اسی طرح کبھی ٹھوکر اس وجہ سے لگتی ہے۔ کہ انسان یہ سمجھتا ہے۔ کہ

فلاں انعام کا مستحق میں تھا

دوسرے کو کیوں مل گیا۔ جب انسان کے اندر اس قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے تو وہ بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسے یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ میرے لئے خدا تعالےٰ نے کوئی اور انعام مقرر کیا ہوگا۔ یا اس انعام کا نہ ملنا ہی میرے لئے مفید اور بابرکت تھا۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت آتی ہے۔ لکھا ہے ایک سپیرا تھا۔ جسے ایک دفعہ کوئی نئی قسم کا سانپ ملا۔ وُہ اسے پکڑ کر بہت ہی خوش ہُوا۔ اور چونکہ سپیروں کی کمائی کا دارومدار سانپوں پر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے وُہ خیال کرنے لگا۔ کہ میں اب اس سانپ کے ذریعہ لوگوں سے بہت کچھ روپیہ کما سکوں گا۔ اتفاقاً رات کو جس گھڑے میں اس نے سانپ رکھا تھا۔ اس پر ڈھکنا دینا وُہ بھول گیا۔ اور سانپ نکل گیا۔ یا وُہ سانپ زیادہ طاقتور تھا کہ ڈھکنے کے باوجود گھڑے میں سے نکل گیا۔ اتفاقاً اس کا ایک دوست اسے ملنے آیا۔ اور اس نے خوشی سے اس کے پاس ذکر کرنا شروع کر دیا۔ کہ مجھے ایک

نئی قسم کا سانپ

ملا ہے۔ آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔ جب وہ سانپ اسے دکھانے کے لئے گھڑے کی طرف گیا۔ تو اس نے دیکھا کہ گھڑا خالی ہے۔ اور سانپ اس میں موجود نہیں۔ یہ دیکھ کر اسے بہت ہی صدمہ ہُوا۔ اور وہ ساری رات دعائیں مانگتا رہا۔ کہ یا اللہ میرا سانپ مجھے مل جائے۔ تھوڑی دیر دعا کرنے کے بعد وُہ اٹھتا اور مکان کے کونوں میں تلاش کرتا اور دیکھتا کہ سانپ آیا ہے یا نہیں۔ جب اسے معلوم ہوتا۔ کہ سانپ نہیں آیا۔ تو پھر خدا کے حضور جھک جاتا اور کہتا یا اللہ میرا سانپ مجھے مل جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اٹھتا اور کونوں میں تلاش کرنا شروع کر دیتا۔ اور جب نہ ملتا۔ تو پھر دعائیں مانگنے لگ جاتا۔ آخر اسی طرح ساری رات اس نے دعا کرتے کرتے گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو اس کے دل میں خیال آیا۔ کہ میری تو ساری رات کی دعائیں ضائع گئیں۔ اور میرا سانپ مجھے نہ ملا۔ اس کے دل میں ابھی یہ خیال گزر رہا تھا۔ کہ اس کا ایک ہمسایہ اسے بلانے آیا۔ جب وہ اس کے گھر پہونچا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ تمام برادری اکٹھی ہے۔ اسے دیکھ کر وہ کہنے لگے رات کو اس گھر والے کو ایک نئی قسم کا سانپ ملا تھا۔ اس نے اسے پکڑ لیا۔ لیکن اس نے اسے کاٹ لیا۔ اور چونکہ اس

زہر کا تریاق

ہماری قوم کے پاس موجود نہیں۔ باوجود ہر قسم کے علاج کے وُہ مر گیا۔ اس لئے ساری برادری کو بلایا گیا ہے کہ اس سانپ کو دیکھ لیں۔ تا آئندہ اس سے ہوشیار رہیں۔ اس شخص نے جب سانپ کو دیکھا تو وہ وہی سانپ تھا جس کے ملنے کے متعلق وہ ساری رات دعائیں مانگتا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ پھر سجدہ میں گر گیا۔ اور کہنے لگا۔ خدایا یہ میری بے وقوفی تھی۔ جو میں نے کہا۔ کہ تو نے میری دعا نہیں سنی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ تو نے میری دعا نہیں سنی۔ اس وقت تو نے میری دُعا سن لی تھی۔ کیونکہ اس کا نہ ملنا ہی میرے لئے مفید تھا۔ اور اگر مل جاتا تو جو اس شخص کا انجام ہُوا وُہ میرا ہوتا تو کبھی انعام کا نہ ملنا ہی انسانی بہتری کا موجب ہوتا ہے۔ اور کبھی دنیوی نعماء اور ترقیات ہی

بے ایمانی کفر اور ارتداد

کا موجب ہو جاتی ہیں۔ تو یہ دو چیزیں ہیں جن سے ارتداد پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں ان دونوں باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان وساوس کا جواب بھی دیا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں وُہ جواب بتاؤں یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ دُعا مسلمانوں کو خاص طور پر کیوں سکھائی گئی ہے۔ کیا پہلی قوموں کو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعا کی ضرورت نہیں تھی۔؟ کیا وجہ ہے کہ نوح کی قوم کو اھدنا الصراط المستقیم کی دعا نہیں سکھائی گئی۔ اور کیا وجہ ہے کہ ابراہیم کے پیرؤں کو اھدنا الصراط المستقیم کی دُعا نہیں سکھائی گئی۔ کیا وہ صراطِ مستقیم کے محتاج نہیں تھے۔ یا صراطِ مستقیم کا ملنا کوئی ایسی اہم بات تھی جس کا

تکمیل دین سے تعلق

تھا۔ یا کیا دماغ ان کا اس قابل نہ تھا کہ صراطِ مستقیم کو سمجھتا۔ اللہ تعالےٰ تو خود فرماتا ہے کہ ھدیناھم صراطاً مستقیما کہ ہم نے ان سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دی پس جب انہیں صراطِ مستقیم کا ملنا قرآن کریم سے ثابت ہے، تو معلوم ہُوا۔ کہ وہ صراطِ مستقیم کے اہل تھے۔ اور جب اس کے اہل تھے۔ تو یہ دعا انہیں کیوں نہیں سکھائی گئی۔ پھر موسےٰ کے تابعین کو یہ دعا کیوں نہ سکھائی گئی۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اور پھر عیسےٰ کے حواریوں کو یہ دُعا کیوں نہ سکھائی گئی۔

صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو یہ دعا کیوں سکھائی گئی

اور انہیں کیوں کہا گیا کہ یہ دُعا مانگو اور مانگو بھی اتنی کثرت سے کہ تمہاری پانچ نمازوں کی کوئی رکعت ایسی نہ ہو۔ جس میں تمہارے مونہہ سے یہ دُعا نہ نکلے۔ اس کی آخر کوئی حکمت ہونی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ اس کی حکمت یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی ایسے وجود تھے۔ جن کے متعلق خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا۔ کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی ایسے کمالات ہم نے آپ کو بخش دیئے ہیں۔ کہ اب کوئی شخص براہِ راست مقام نبوت تک نہیں پہونچ سکتا۔

395

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ ہر شخص کو آپ کی غلامی اور اطاعت کرنی پڑے گی۔ اب ہر وہ شخص جس کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب کی خواہش ہو اسے پہلی منزل پر ایک دھکا لگتا ہے اور اس کے دل کو ایک چوٹ لگتی ہے اور وہ کہتا ہے۔ یہ اچھا نبی آیا کہ جس نے آتے ہی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ تو ایک ٹھوکر انسان کو اس طرح لگتی ہے۔ کہ وہ سمجھتا ہے۔ اب میرے لئے الٰہی قرب کے وہ دروازے بند ہو گئے۔ جو پہلے کھلے تھے۔ اور واقعہ میں جب کہا جائے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا وہ دروازہ بند ہو گیا۔ جو پہلے کھلا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ دروازہ کھلا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد وہ دروازہ کھلا تھا۔ اور ہر شخص براہِ راست اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا تھا۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دروازہ بند ہو گیا تو وہ انسان جو وصل الٰہی کا متمنی ہوتا ہے۔ اس پر ایک موت سی وارد ہو جاتی ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ یہ کیا ہوا۔ کہ آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا وہ راستہ ہمارے لئے بند کر دیا گیا۔ جو اس سے پہلے کھلا تھا۔ تو چونکہ پہلی منزل پر ہی دل کو ایک صدمہ پہنچتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس صدمہ سے بچانے کے لئے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعا سکھائی۔ اور بتایا کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مستقل نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اب ترقیات کے دروازے بند ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا قرب کوئی انسان حاصل نہیں کر سکتا بلکہ ہماری یہ سنت ہے کہ جب ہم ایک دروازہ بند کرتے ہیں۔ تو اسی وقت دوسرا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اور یہ وہی دروازہ ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ امتی نبی ہونے میں میں ہی منفرد ہوں اور یہ ایک ایسا لذیذ مقام ہے کہ جس کی لذت کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ پھر آپ نے دعویٰ کیا کہ

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمد ہے

اب یہ دروازہ بند تو نہ ہوا ہاں ایک قسم کا دروازہ ضرور بند کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر کسی گھر کے دو دروازے ہوں اور ایک کو بند کر دیا جائے تو گھر میں داخل ہونا تو پھر بھی جاری رہا۔ پس اصل غرض تو انسان کی دنیا میں آنے سے یہ ہے۔ کہ اسے

اللہ تعالیٰ کا قرب

حاصل ہو جائے۔ اور وہ اس کی محبت کے حصول میں کسی سے پیچھے نہ رہ جائے۔ اور یہ وہ دروازہ ہے جو خدا تعالیٰ نے بند نہیں کیا۔ بلکہ اسی طرح کھلا ہے۔ جس طرح پہلے کھلا تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعا سکھا کر مومنوں کے دلوں کو ڈھارس دی اور انہیں بتایا کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی دروازہ مومنوں کیلئے بند کیا جائے تو اسے بند نہ سمجھو۔ کیونکہ یہ اس کی سنت ہی کہ وہ ایک دروازہ بند کرتا ہے۔ تو دوسرا دروازہ فوراً کھول دیتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے اس نبوت کا دروازہ بند کیا جو پہلے جاری تھی۔ تو ایک اور نبوت دنیا میں جاری کر دی۔ جسے امتی نبوت کہتے ہیں۔ اور اس میں وہ مقامِ قرب رکھا۔ کہ باوجودیکہ امتی نبی مستقل نبی نہیں ہوتا۔ یعنی ایسا نبی جس نے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے نبوت حاصل کی ہو۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور وہ اتنا بلند درجہ رکھ سکتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھ سکتا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ سے بھی بڑھ سکتا ہے تو قرب کا مقام ویسا ہی کھلا رہا۔ جیسے پہلے کھلا تھا۔ بلکہ خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ پیش کر کے بتا دیا۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تمہیں پہلے تمام نبیوں کے کمالات دے سکتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے وہ جام جو پہلے انبیاء کو فرداً فرداً ملے تھے۔ وہ تمام جام اللہ تعالیٰ نے اکٹھے کر کے مجھے پلا دیئے ہیں اسی بنا پر آپ نے دعویٰ کیا۔ کہ میں آدم ہوں میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحٰق ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے قرب اور وصالِ الٰہی کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ ایک خاص قسم کی نبوت جس کی دنیا کو ضرورت نہیں تھی۔ تکمیل شریعت کی وجہ سے بند کی گئی۔ اور نبوت کی وہ دوسری قسم جو پہلی قسم سے کم نہیں بلکہ بڑھکر ہے۔ کیونکہ اس میں اس استاد کی شاگردی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جو سب نبیوں کی خوبیوں کا جامع ہے۔ جاری کی گئی تو بہت سے ابتلا لوگوں کو اس لئے آتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں۔ اب ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا دروازہ بند ہو گیا۔ حالانکہ خدا اپنے قرب کے دروازوں کو کبھی بند نہیں کیا کرتا۔

ہمارے زمانہ میں

جو کئی لوگوں کو ابتلا آتا ہے۔ یا بعض دفعہ بڑے بڑے لوگ یا اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ تو وہ بھی اسی وجہ سے ٹھوکر کھاتے ہیں۔ کہ وہ خیال کر لیتے ہیں۔ فلاں نعمت کا دروازہ ہمارے لئے بند ہو گیا۔ مثلاً خلافت ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر پارلیمنٹ ہوتی تو پندرہ بیس آدمی اس میں شریک ہوتے۔ مگر اب ایک شخص خلیفہ ہو گیا ہے۔ اور یہ اعزاز اسی کو حاصل ہے۔ دوسرا کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خلافت ایک ایسا عہدہ ہے جو لازماً ایک شخص کو ہی ملیگا۔ زیادہ کو نہیں مل سکتا۔

پس وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اب اس عہدہ پر تو ایک شخص قابض ہو گیا۔ ہم کیا کریں۔ اگر یہ خلیفہ بننے کا اہل تھا۔ تو ہم بھی خلیفہ بننے کے اہل ہیں۔ نہ یہ انرتا ہے کہ کوئی اور خلیفہ بنے۔ اور نہ مرتا ہے کہ کسی اور کو خلافت کا مقام حاصل ہو۔ گویا ان کے نزدیک

خلافت کے مقام کی حیثیت

ویسی ہی ہونی چاہئیے۔ جیسے لڑکے جب آپس میں کھیلتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر سوار ہوتا ہے۔ تو نچلا لڑکا کہتا ہے اتر کا نٹو میں چڑھاں اس پر اوپر والا لڑکا اتر کر نیچے ہو جاتا ہے۔ اور نیچے والا اوپر سوار ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ خلافت کا مزا تب تھا کہ کبھی میں خلیفہ بنتا کبھی وہ۔ کبھی زید بنتا۔ کبھی بکر۔ مگر چونکہ ان کی یہ آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں اس لئے اندر ہی اندر ایک جلن اور سوزش اور حسد کی آگ انہیں جلائے رکھتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اتنی مدت گزر گئی۔ اب تک یہی خلیفہ بنا بیٹھا ہے۔ (نعوذ باللہ) مرتا بھی نہیں کہ ہمیں یہ عزت حاصل ہو۔ پھر ان کا نفس اندر ہی اندر تدبیریں سوچتا ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جب یہ مرتا نہیں تو اسے

خلافت سے اتارنے کی کوشش کریں

شائد اسی طرح ہم کو خلیفہ بننے کا موقع مل جائے۔

یہ ایسے ہی وسوسے ہوتے ہیں۔ جیسے عارضی طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام کے ذریعہ لوگوں کو ایک دھکا لگتا ہے۔ اور نادان انسانوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ کہ اس رسول نے ہمارے لئے ترقیات کے دروازے بند کر دیئے۔ اور جو

انعامات

پہلے براہ راست مل جایا کرتے تھے۔ وہ اب براہ راست نہیں مل سکتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں انہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وساوس اور شبہات کا ازالہ

کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ تم کو اگر میرے قرب اور وصال کی ضرورت ہے۔ تو یاد رکھو میرے قرب اور وصال کے تمام دروازے کھلے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوا۔ اور اگر تمہیں اپنی عزت کی خواہش ہے۔ تو پھر جاؤ اور اپنی عزت کو آپ تلاش کرتے پھرو۔

غرض لوگوں کے ان تمام وساوس کا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں جواب ہے۔ اور اللہ تعالٰے نے انہیں بتایا ہے۔ کہ اگر تمہیں میرے انعامات کی خواہش ہو تو تم تقوی اللہ اختیار کرو۔ ہم ہر روحانی کمال تمہیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور تمہارے لئے میرے قرب اور وصال کے دروازے اسی طرح کھلے ہیں جسطرح دوسروں کے لئے لیکن اگر تم اپنے نفس کی عزت چاہتے ہو۔ اور دنیوی وجاہت کے شائق ہو۔ تو پھر مجلسیں بناؤ اور ان کے صدر بن جاؤ۔ ہماری طرف سے تو جو عزت ملے گی۔ وہ اسی طرح ملے گی۔ کہ تم اپنے آپ کو کلیۃً ہمارے آستانہ پر ڈال دو اور اس امر کو جانے دو۔ کہ تمہیں کیا انعام ملے۔ تم ہمارے قرب اور ہمارے وصال کے طلب گار بن کر ہمارے پاس آؤ۔ پھر تم دیکھو گے۔ کہ تمہارے ساتھ بھی ہمارا ویسا ہی سلوک ہوتا ہے۔ جیسے دوسروں کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت کے راستہ میں نہ کوئی نبی روک بن سکتا ہے۔ نہ کوئی خلیفہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک شخص کی جو نمازیں خدا تعالےٰ اس لئے قبول نہ کرے کہ اگر میں نے اس شخص کی یہ نمازیں قبول کیں۔ تو یہ روحانیت میں خلیفہ سے ترقی کر جائے گا۔ تم جتنی عبادتیں چاہو کرو تم جس قدر اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی طرف کھینچ سکتے ہو کھینچو خدا کے قرب کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں۔ اور اس میں کوئی خلیفہ روک نہیں بن سکتا۔ غرض جو حقیقی عزت ہے۔ اس کی راہ میں نہ خلیفہ روک ہے۔ اور نہ نبی۔ بلکہ انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں لوگوں کے ممد ہوتے ہیں۔ جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا۔ تو سونٹے یا کھڈ سٹک کا سہارا لیکر چڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کیلئے سہارے ہیں۔ وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہو۔ بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے پس اگر کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ

انبیاء اور خلفاء کے وجود

سے قرب الٰہی کی راہ میں روکیں پیدا ہو گئی ہیں۔ تو وہ بیوقوفی کا خیال ہے حقیقی کمالات کے حصول کی راہیں اور اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا مورد بننے کے طریق ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ اور انبیاء و خلفاء اس میں روک بننے کی بجائے لوگوں کے لئے ممد ہوتے ہیں۔ پھر دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں۔ جو بڑی بڑی امنگیں تو نہیں رکھتے مگر انہیں اس بات پر ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ کہ فلاں درجہ فلاں کو کیوں مل گیا ہمیں کیوں نہیں ملا۔ ان کے لئے بھی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں جواب ہے۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ نے یہ بتایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے انعامات ایک قسم کے نہیں۔ بلکہ مختلف قسم کے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نوح کے ساتھ یہ معاملہ ہوا۔ کہ اس نے ان کے تمام دشمنوں کو غرق کر دیا لیکن ابراہیمؑ کے ساتھ اس نے یہ سلوک نہیں کیا۔ کہ ان کے دشمنوں کو اس نے اس طرح غرق کیا ہو بلکہ ابراہیمؑ کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ تم ہجرت کر کے چلے جاؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل وطن اُور تھا۔ جو عراق کے علاقہ میں ہے۔ وہاں لوگوں نے آپ کی شدید مخالفت کی اور آگ میں ڈال کر آپ کو جلانا چاہا تب اللہ تعالےٰ نے نوح کی طرح یہ نہیں کیا۔ کہ ابراہیم میں تیرے تمام مخالفوں کو برباد کر دوں گا۔ بلکہ یہ کہا۔ کہ اے ابراہیمؑ یہ گندہ علاقہ ہے۔ اس علاقے کو چھوڑ دو۔ اور اللہ تعالےٰ ان کو عراق سے فلسطین میں لایا۔ جو بہت بڑے فاصلہ پر واقع تھا۔ آج کل ریل کی وجہ سے لوگ اس امر کو نہیں سمجھ سکتے کہ فاصلہ کس قدر زیادہ ہے۔ مگر پرانے زمانہ میں جبکہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ میل کے بعد یہ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ دنیا ختم ہو گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عراق سے فلسطین ہجرت کر کے آنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ عراق سے چلے اور راستہ کے تمام بیابان طے کرتے ہوئے کنعان میں پہنچے۔ جہاں خدا تعالیٰ نے آپ کو عزت بخشی۔ یہ انعام ان کو بیشک ملا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہت نہیں ملی۔ آپ تجارت کرتے تھے۔ اور کچھ جانور رکھے ہوئے تھے جن پر گزارہ تھا۔ کنعان آکر کچھ زمینیں آپ کو تحفہ کے طور پر آپ کے مریدوں کی طرف سے مل گئیں۔ جہاں آپ گلے چراتے اور تجارت کرتے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو ان سے معاملہ خدا تعالیٰ نے بالکل اور رنگ میں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہجرت بھی کرائی اور انہیں لاکھوں کی قوم دے کر اس کا انہیں بادشاہ بھی بنا دیا۔ لیکن ملک آپ کو عطا نہیں کیا آپ جسموں پر بیشک حکومت کرتے تھے مگر کسی ملک پر آپ نے حکومت نہیں کی۔ گویا سیاسی بادشاہت آپ کو حاصل تھی مگر ملکی نہیں۔ اور پیشتر اس کے کہ آپ کنعان کی سرزمین تک پہنچتے یہود کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے چالیس سال تک جنگلوں میں پھرنے کی سزا دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اسی عرصہ میں وفات پا گئے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملکوں پر حکومت نہیں ملی ہاں

انسانوں پر حکومت

آپ کو بیشک مل گئی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام آئے تو انہیں اللہ تعالےٰ نے ملکوں پر بھی حکومت عطا کی اور جسموں پر بھی حکومت عطا کی حالانکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع نبی تھے۔ لیکن باوجود تابع نبی ہونے کے بادشاہت اور نبوت دونوں ان میں جمع تھیں۔ اور بادشاہت بھی دونوں قسم کی یعنی ملکی بادشاہت بھی اور سیاسی بادشاہت بھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تو باوجود اس کے کہ جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے۔ آپ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے درجہ میں بڑھ کر تھے۔

پھر بھی آپ ایسی غربت اور کمزوری کی حالت میں آئے کہ آپ کہتے ہیں۔ درندوں کے لئے ماندیں ہیں اور پرندوں کے لئے گھونسلے مگر ابن آدم کے لئے سر چھپانے کی بھی جگہ نہیں۔ گویا وہ اپنی بے بسی اور بیکسی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ کہ جنگل کے درندے تمام دن ادھر ادھر پھرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے غاروں میں چلے جاتے ہیں۔ پرندے فضاء آسمانی میں اڑتے ہیں۔ تو کچھ وقت کے بعد اپنے گھونسلوں میں آرام کرنے کیلئے چلے جاتے ہیں۔ مگر میرے لئے اس دنیا میں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ اب یہ الگ الگ قسم کی نعمتیں ہیں۔ جو انبیاء کو ملیں اور الگ الگ سلوک ہیں۔ جو خدا تعالےٰ نے ان سے کئے کیا ان مثالوں کو دیکھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خدا تعالےٰ نے نعمت نازل نہیں کی۔ مگر حضرت داؤد علیہ السلام پر کی۔ کہ انہیں نبی بھی بنا دیا۔ اور بادشاہ بھی۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو آپ چونکہ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ سے نوحؑ والا معاملہ بھی کیا۔ اور ابراہیمؑ والا معاملہ بھی کیا۔ موسیٰؑ والا معاملہ بھی کیا۔ اور داؤدؑ اور عیسیٰؑ والا معاملہ بھی کیا۔ غرض سارے معاملے آپ سے ہوئے نوح کا معاملہ آپ سے اس طرح ہوا۔ کہ یہود کے بعض قبائل آپ کے زمانہ میں بالکل تہ تیغ کر دیئے گئے اور جس طرح نوح کے دشمنوں میں سے ایک شخص بھی نہیں بچا تھا۔ اسی طرح ان قبائل میں سے ایک شخص بھی نہ بچ سکا اور سب تہ تیغ ہو گئے۔ اور تہ تیغ بھی اپنے فتوے کے مطابق ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے جس شخص کو فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس نے یہی فیصلہ کیا کہ جس قدر مرد ہیں وہ تہ تیغ کر دیے جائیں۔ لوگ اسپر اعتراض کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ

محمد صلے اللہ علیہ وسلم

نے (نعوذ باللہ) ظلم کیا۔ حالانکہ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

396
Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمام نبیوں کے کمالات کے جامع

تھے۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کے آپ مظہر نہ ہوں۔ پس چونکہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے بھی مظہر تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ جس طرح نوح کے دشمن سب کے سب ہلاک کئے گئے۔ اسی طرح آپ کے بعض دشمن بھی تمام کے تمام ہلاک کئے جاتے پھر حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی طرح آپ کو ہجرت بھی کرنی پڑی اور اس ہجرت کے زمانہ میں کچھ وقت آپ پر ایسا آیا جب آپ سیاسی طور پر تو حکمران تھے مگر ملکی طور پر نہیں پھر کچھ وقت حضرت داؤد کی طرح آپ پر ایسا بھی آیا۔ جب آپ سیاسی اور ملکی دونوں طرح بادشاہ تھے پھر آپ کو حضرت عیسیٰ والی غربت بھی دیکھنی پڑی اور آپ نے مکہ میں بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ یہاں تک کہ جب مکہ فتح ہوا۔ اور آپ ایک فاتح اور بادشاہ کی حیثیت میں اس میں داخل ہوئے تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ آپ کی رہائش کا انتظام کس گھر میں کیا جائے تب بعینہ وہی فقرہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بھی نکلا اور آپ نے فرمایا میرے رہنے کا کیا پوچھتے ہو عقیل نے تو میرے لئے مکہ میں کوئی گھر نہیں چھوڑا جس میں میں رہ سکوں۔ دراصل رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تھے تو آپ کے رشتہ داروں نے مخالفت کی وجہ سے آپ کے اکثر مکانات بیچ ڈالے تھے اور بعض پر خود قبضہ کر لیا تھا جس طرح انسان جب مر جاتا ہے تو اس کے ورثاء اس کی جائداد پر قبضہ کر لیتے ہیں اسی طرح انہوں نے آپ کی جائداد سے معاملہ کیا۔ اور جب آپ مکہ میں فاتحانہ حیثیت میں داخل ہوئے تو کوئی ایسا مکان نہ تھا جسے آپ اپنا مکان کہہ سکیں۔ اب یہ کتنا دردناک نظارہ ہے کہ ایک بادشاہ ہونے کی حیثیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ملک اور اپنے شہر میں داخل ہوتے ہیں مگر کوئی گھر ایسا نہیں ملتا۔ جسے آپ اپنا گھر کہہ سکیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں تو ہمارے لئے کوئی گھر نہیں رہنے دیا گیا۔ میدان میں خیمے لگاؤ اور وہاں میری رہائش کا انتظام کرو۔ غرض یہ ساری چیزیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں جمع تھیں اور پھر

ساری عزتیں

بھی آپ کی ذات میں جمع ہوئیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہمیشہ کے لئے مغضوب ہو گئے تھے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض دشمنوں کو بھی خدا نے مغضوب قرار دیا۔ جس طرح نوح کے دشمنوں کو خدا تعالےٰ نے کلی طور پر ہلاک کر دیا تھا۔ اسی طرح آپ کے بعض دشمنوں کو بھی اس نے کلی طور پر ہلاک کیا۔ جس طرح موسیٰ کے دشمنوں کو اس نے پانی میں غرق کیا۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو بھی اس نے غرق کیا۔ دونوں طرح یعنی خشکی میں بھی اور تری میں بھی چنانچہ فتح مکہ کے بعد مکہ کے بعض بڑے بڑے سردار مکہ سے بھاگ نکلے اور وہ جہازوں میں سوار ہو کر کسی اور ملک کو جانے لگے۔ تو سمندر میں ایسا طوفان آیا کہ وہ جہاز غرق ہو گیا اور سب پانی میں ڈوب گئے غرض وہ تمام انعامات جو پہلے انبیاء کو ملے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں جمع تھے۔ پھر موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ تو آپ کے ساتھ پھر وہی سلوک ہوا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ حکومت غیر ہے۔ دشمن زور میں ہے۔ جماعت کمزور ہے۔ لوگ گالیاں دیتے ہیں ہنسی کرتے ہیں مذاق اڑاتے ہیں۔ اشتعال دلاتے ہیں مگر جماعت کو یہی تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ صبر کرو صبر کرو اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی ہے۔ پھر جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عدالتوں میں کھڑا کیا گیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی عدالتوں میں جانا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک ظالم مجسٹریٹ نے جب کہ آپ کا بڑھاپا تھا۔ اور آپ کو اسہال کی تکلیف تھی اور سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ آپ کو اس بات کی بھی اجازت نہ دی کہ آپ پانی پی سکیں۔ اب کیا کوئی اس حالت کو دیکھ کر کہ ادھر تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے سارے انبیاء کی خلعت ملی۔ اور ادھر یہ حالت ہے کہ آپ بڑھاپے اور کمزوری اور اسہال کی حالت میں جب کہ آپ کو سخت پیاس لگتی ہے۔ مجسٹریٹ سے پانی پینے کی اجازت مانگتے ہیں اور وہ پانی پینے کی اجازت نہیں دیتا۔ کہہ سکتا ہے کہ آپ انعامات سے محروم رہے اگر کوئی شخص ایسا کہتا ہے۔ تو وہ نہایت ہی احمق ہے۔ کیونکہ انعامات مختلف اقسام اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جس رنگ میں ایک پر انعام ہوا اسی رنگ کا انعام دوسرے پر بھی ہو تو اللہ تعالےٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم میں مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ بعض دفعہ ایک قسم کا انعام اگر تمہیں نہ ملے اور دوسرے کو مل جائے تو

تم حرص اور لالچ نہ کیا کرو

تمہیں کیا معلوم ہے کہ تمہارے لئے جو انعام مقدر ہے وہ کیسا ہے اور کس صورت میں ہے۔ اگر ظاہری انعاموں کو ہی انعام کہا جائے تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان انعامات سے محروم رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان انعامات سے محروم رہے اور پھر تم کو ماننا پڑے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان انعاموں سے محروم رہے اور اسی طرح اور بہت سے انبیاء مثلاً حضرت یحییٰ اور ذکریا وغیرہ بھی ان انعامات سے محروم رہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ انعمت علیہم میں انہی کا ذکر کرتا اور فرماتا ہے کہ تم یہ دعا مانگو کہ الٰہی ہمیں اس راستہ پر چلا جس راستہ پر چل کر تیرے پیارے بندوں نے انعامات حاصل کئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے کسی خاص شخص کا ذکر نہیں کیا بلکہ تمام منعم علیہ گروہ کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم یہ مانگو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط موسیٰ۔ کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے لئے موسوی انعام بہتر ہے یا عیسوی انعام بہتر ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ نے یہ بھی نہیں کہا کہ تم یہ مانگو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط عیسیٰ کیونکہ ممکن ہے عیسوی انعام کے تم اہل نہ ہو تم ابراہیمی انعام کے مستحق ہو اور پھر یہ بھی نہیں کہا کہ تم کہو۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط ابراہیم کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے لئے ابراہیم والا انعام موزوں ہے ممکن ہے تمہارے لئے نوح کا انعام مقدر ہو۔ غرض اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کا اس میں ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اس دعا میں عام رنگ رکھا اور فرمایا کہ تم یہ دعا مانگو کہ الٰہی ہمیں اس راستہ پر چلا جس راستہ پر چل کر موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم اور داؤد اور سلیمان اور نوح اور تیرے اور ہزاروں کامل اور اکمل بندوں نے جو صدیق شہید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور تمہارے تھے انعام حاصل کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ان میں سے جس نبی یا جس کامل بندے کا انعام تمہارے مناسب حال ہوگا۔ وہ انعام اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرما دے گا۔ اور اگر وہ یہ دیکھیگا۔ کہ تم

تمام نبیوں کے انعامات کے مستحق

ہو تو تمہیں تمام نبیوں کے انعامات سے حصہ دے دیگا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متعلق فرمایا کہ ؎

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

کہ وہ جام جو اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کو پلایا تھا۔ وہ اس نے بھر کر مجھے بھی پلا دیا۔ تو ممکن ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ مقدر کیا ہوا ہو۔ کہ تم سارے نبیوں کے کمالات حاصل کرو۔ پھر تم اس سے کسی ایک نبی کا کمال کیوں مانگتے ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ بعض کے کمالات تمہارے کمالات سے مطابقت نہ رکھتے ہوں اس صورت میں تمہارا ان نبیوں کے کمالات طلب کرنا بھی غلطی ہے۔

تم خدا تعالیٰ سے صرف یہ مانگو

کہ وہ تمہیں اپنے قرب میں بٹھائے اور پہلے کامل بندوں میں سے جس کامل بندے کے ساتھ بھی تمہاری روحانی مناسبت ہے۔ اس کے انعامات سے تمہیں بہرور فرمائے۔ اگر خدا دیکھے گا۔ کہ تم ابراہیمی جام کے مستحق ہو۔ تو وہ تمہیں ابراہیمی جام پلا دے گا۔ اور اگر دیکھے گا۔ کہ

موسوی جام

کے مستحق ہو تو موسوی جام پلا دیگا لیکن اگر تم داؤدی جام کے مستحق ہو اور تم اس سے ابراہیمی جام مانگتے رہو۔ یا سلیمانی جام کے مستحق ہو۔ اور تم اس سے عیسوی جام مانگتے رہو۔ تو گو اللہ تعالیٰ تمہارا انعام تمہیں دے دیگا۔ مگر وہ انعام ناقص ہوگا۔ کیونکہ تمہاری دعا کسی اور طرف جا رہی ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی اور طرف ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص خود کسی امر کی تعیین نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے صرف یہ کہتا ہے۔ کہ تو میرے اندر جن کمالات کو دیکھ رہا ہے۔ ان کے مناسب حال جو انعام مجھے ملنا چاہئے وہ دے۔ تو اس کے نتیجہ میں اسے جو جام بھی ملے گا۔ وہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ایک طرف اس کی دعا اس انعام کو طلب کر رہی ہوگی۔ تو دوسری طرف خدا تعالیٰ کا ارادہ اس انعام کو قریب لا رہا ہوگا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے مومن کو یہ سکھایا ہے۔ کہ تم یہ دعا مانگا کرو۔ کہ

اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم

یعنی تم جمع کے صیغہ میں دعا مانگا کرو۔ اور یہ کہا کرو کہ خدایا جو بھی **انعمت عليهم** میں سے ہمارے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ اور جس کی روحانی قابلیتیں ہماری قابلیتوں سے توارد رکھتی ہیں۔ اس کا جام ہمیں پلا دے۔ وہ اگر موسوی جام ہے۔ تو موسوی جام پلا دے داؤدی صفات ہمارے اندر پائی جاتی ہیں۔ تو داؤدی جام پلا دے سلیمانی صفات پائی جاتی ہیں۔ تو سلیمان کا جام پلا دے۔ اور اگر عیسیٰ کی پھانسی ہمارے لئے مقدر ہے۔ تو وہی پھانسی ہمیں دلا دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی کی سزا کا ملنا گو دنیوی نقطۂ نگاہ میں معیوب امر تھا۔ مگر اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ خدا سے تعلق رکھنے والوں کے لئے اسی پھانسی میں عزت ہے۔ اور ان کی نگاہ میں یہ سزا نہیں بلکہ عزت ہے۔ یا ممکن ہے خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ابراہیمی ہجرت مقدر کی ہو۔ اور تم اس سے سلیمانی انعام مانگتے رہو۔ یا وہ تمہیں سلیمانی جام پلانا چاہتا ہو۔ اور تم ابراہیمی ہجرت کے طلب گار رہو۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ بتایا ہے۔ کہ تم کسی کو انعام ملنے پر حسد اور لالچ مت کیا کرو۔ کیونکہ ممکن ہے۔ تم اس انعام کے اہل ہی نہ ہو۔ یا ممکن ہے تمہارے لئے کوئی اور انعام مقدر ہو اور تمہارا رونا پیٹنا محض بے ایمانی اور نفاق کی علامت ہو۔

اگر کوئی انسان اس نکتہ کو نہیں سمجھتا۔ اور وہ خدا تعالیٰ سے معین طور پر کوئی ایسا انعام مانگتا ہے۔ جس کا وہ اہل نہیں۔ تو اگر وہ کمزور ایمان والا ہوگا۔ تو فرشتے اس کا کان پکڑ کر الٰہی دربار سے نکال دیں گے۔ اور کہیں گے گستاخ تو خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں شوخی سے کام لیتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا کامل انسان ہے۔ کہ ارتداد اس کے لئے مقدر نہیں۔ تو کم از کم اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس کا انعام بہت کم ہو جائیگا۔ پس **اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم** میں خدا تعالیٰ نے ہمیں

ایک ایسی جامع دعا سکھائی

ہے۔ کہ جس کے مطالب کو سمجھ کر انسان کفر اور نفاق سے بچ سکتا ہے۔ اور بنی نوع انسان کو یہ ہدایت کی ہے۔ کہ تم کبھی یہ خیال نہ کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں یا فلاں کو جو مقام حاصل ہوا۔ تو اس کا اہل وہ نہ تھا۔ تم تھے۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ اور اگر یہ نظر آتا ہو کہ بظاہر ایک دروازہ بند ہو گیا۔ تو خدا تعالیٰ معاً اس کے ساتھ ایک اور دروازہ کھول دیتا ہے۔ جیسے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے خاتم النبیین بنایا اور آپ پر تمام شرائع کو ختم کر دیا اور براہ راست نبوت حاصل کرنے کا دروازہ مسدود قرار دے دیا۔ تو بظاہر یہ نظر آتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے ایک دروازہ کو بند کر دیا مگر خدا نے فوراً ایک اور قسم کے انعام کا دروازہ کھول دیا۔ جو پہلے سے کسی صورت میں کم نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بھی انسان کو ایسا بلند مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ انسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی درجہ میں بڑھ سکتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ کو سارے انبیاء کے نام دیئے اور اس طرح تمام انبیاء کے کمالات کا آپ کو جامع ٹھہرایا اور ایسا انسان جسے تمام انبیاء کے نام دے دیئے جائیں۔ اگر پہلے تمام انبیاء سے بڑا نہیں۔ تو سب کے برابر تو ضرور ہوگا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے ذریعہ دنیا کو یہ بتا دیا کہ جو رستہ رسول کریم صلے اللہ علیہ کے ذریعہ بند کیا گیا تھا۔ وہ آپ کی شاگردی میں ایک اور رنگ میں کھول دیا گیا ہے۔

بی اے اور ایم اے بننے کا آسان طریقہ

اگر آپ بی اے پاس کر کے گریجوایٹ بننا چاہتے ہیں۔ مگر کالج کے بھاری اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ تو آپ ہمارے کتب خانہ کی فہرست

علوم مشرقی

مفت طلب فرمائیں۔ اس میں وہ تمام ہدایات درج ہیں۔ جن کے مطابق آپ اپنے فرصت کے لمحات صرف کر کے قلیل عرصہ میں گریجوایٹ بن سکتے ہیں۔ اور تمام رکاوٹیں جو آپکی ترقی کی راہ میں حائل ہیں دور ہو جائیں گی۔

ملک بشیر احمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور

نذیر سیونگ مشین کمپنی رنگ محل لاہور

میں ہر قسم کی مشینوں کی مرمت اور سیکنڈ ہینڈ و نئی مشینوں کی خرید وفروخت کا انتظام اعلےٰ پیمانہ پر موجود ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

397

اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کا وصال اسی طرح انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسے پہلے حاصل ہوا کرتا تھا۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے پہلوں سے بھی زیادہ کمالات انسان حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ انسان جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب کیلئے جد وجہد کرنے کے دوسرے کو گرانے کی کوشش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی ترقی میں اگر کوئی روک ہے۔ تو وہی جسے اس وقت عزت حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جب باغیوں نے حملہ کیا۔ تو آپ نے انہیں یہی کہا۔ کہ میرا قصور سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ میرا دورِ خلافت ذرا لمبا ہو گیا ہے۔ اور تمہارے دلوں میں یہ خیال پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے کہ یہ کہیں مرتا بھی نہیں۔ کہ اس کی جگہ کوئی اور لے۔ اور ہم اس کی وجہ سے انعام سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ کے انعامات کے دروازے

انسان کے لئے ہر وقت کھلے ہیں۔ اور کوئی خلیفہ اس میں روک نہیں بن سکتا۔ یہی وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں بتایا۔ اور مومنوں کو سمجھایا۔ کہ ہمارے قرب کا کوئی دروازہ بند نہیں اگر بظاہر تمہیں یہ نظر آتا ہو کہ کوئی دروازہ بند ہو گیا۔ تو تمہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ کوئی اور دروازہ خدا تعالیٰ نے کھول بھی رکھا ہو گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کوئی دروازہ اس وقت تک بند نہیں کرتا جب تک ایک اور دروازہ لوگوں کیلئے کھول نہ دے پھر دوسرا ابتلا لوگوں کو اس لئے آتا ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں فلاں نعمت فلاں کو کیوں ملی۔ ہمیں کیوں نہیں ملی۔ حالانکہ دنیوی رتبے تو جس قدر ہیں وہ محدود ہی ہوں گے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ ہر ایک کو کوئی نہ کوئی عہدہ دے دیا جائے۔ اگر کوئی ملازمت ہو تو خواہ وہ صدر انجمن احمدیہ دے یا ہمیں دوں بہر حال محدود افراد کیلئے ہی ہو گی۔ لیکن اگر بیس آدمی آئیں اور ان میں سے ایک کو میں رکھ لوں اور انیس ۱۹ کہیں کہ چونکہ ہمیں یہ جگہ نہیں دی گئی۔ اس لئے ہمیں اعتراض پیدا ہو گیا ہے۔ تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ کیونکہ محدود ملازمتیں محدود افراد کو ہی دی جا سکتی ہیں۔ ہر ایک کو کس طرح دی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ فاتحہ میں اسی شبہ کا ازالہ کرتا اور فرماتا ہے۔ جب تمہیں کوئی انعام نہیں ملتا۔ تو تم کیوں یہ نہیں سمجھتے۔ کہ تمہارے لئے یہ انعام مقدر نہیں تھا۔ تمہارے لئے کوئی اور نعمت ہو گی۔ جو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے وقت تمہیں دیدیگا۔

پس تم جب خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو تو تم اس طرح دعا کرو کہ الٰہی جو نعمت ہمارے لئے مقدر ہے وہ ہمیں دے۔ تب خدا تمہارا حق تمہیں دیگا۔ اور اس میں تمہارے لئے برکت رکھ دیگا۔ لیکن اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت پر قانع نہیں ہو گے اور دوسرے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ گے تو خدا تم سے اپنی پہلی نعمت بھی چھین لیگا۔ کیونکہ جو شخص اس کی دی ہوئی نعمت پر راضی نہیں ہوتا وہ مغضوب ہے اس کی مثال قرآن کریم میں ایک اور مقام پر موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق فرماتا ہے کہ اگر یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ تو ان کیلئے یہ مقدر ہے کہ آسمان سے بھی ان پر نعمتیں اتریںگی اور زمینی نعمتیں بھی انہیں عطا کی جائیںگی۔ یہود نے یہ سنا تو انہوں نے کہا ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم میں سے کوئی نبی آئے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ تو ہو نہیں سکتا لیکن اس گستاخی کی سزا میں جو ہم نے تمہیں دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی ہم اب واپس لیتے ہیں۔ تو ہر متقی انسان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے انعام مقرر ہے۔ ورنہ یہ ہو کس طرح سکتا ہے۔ کہ انسان دن رات میں پانچ نمازوں میں اس کے حضور کھڑا ہو۔ اور اس سے انعام طلب کرے مگر وہ کوئی انعام نہ دے۔ بچپن میں ہم پڑھا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک لڑکے نے روٹی کا ٹکڑہ اپنے ہاتھ میں لیا اور ایک کتے کو پچکار کر اپنے پاس بلایا۔ کتے نے یہ سمجھا کہ یہ مجھے روٹی کا ٹکڑا کھلانے لگا ہے وہ دُم ہلاتے ہوئے اس کے پاس چلا گیا مگر جونہی کتا اس لڑکے کے قریب پہنچا۔ اس نے ایک ڈنڈا نکال کر جو اس نے پیٹھ کے پیچھے چھپایا ہوا تھا زور سے اس کے منہ پر مارا اور وہ چوں چوں کرتا ہوا بھاگ گیا۔ یہ نظارہ ایک شخص اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا تھا اسے یہ بات بہت ہی بری معلوم ہوئی اور اس نے اس لڑکے کو سبق سکھانے کے لئے ایک روپیہ اپنی جیب میں سے نکالا اور کہا میاں بچے یہ روپیہ لے لو۔ وہ دوڑا دوڑا اس کے پاس گیا۔ مگر جونہی اس نے روپیہ پر ہاتھ ڈالا اس شخص نے زور سے ایک تھپڑ اُس کے منہ پر مارا۔ وہ لڑکا شور مچانے لگ گیا کہ میرے ساتھ دھوکا اور فریب کیا گیا ہے۔ مجھے روپیہ دینے کے لئے بلایا گیا مگر جب میں پاس پہنچا۔ تو مجھے تھپڑ کھینچ مارا۔ وہ شخص کہنے لگا۔ تو نے کتے سے کیوں دھوکا کیا تھا۔ اور کیا تجھے شرم نہ آئی تھی کہ تو نے اُسے روٹی کا ٹکڑہ دکھا کر بلایا۔ مگر جب وہ تمہارے پاس آیا۔ تو تم نے اس کے منہ پر زور سے ڈنڈا مار دیا۔ اب دیکھو ایک بچہ اور نادان بچہ جس میں عقل و خرد نہیں وہ ایک کتے کو روٹی کے لئے بلاتا ہے۔ مگر جب اُسے

ایکماہ میں انگریزی آجائیگی

جو لوگ انگریزی اخبارات نہیں پڑھ سکتے جو طلبا انگریزی میں کمزور ہیں جو بغیر استاد انگریزی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ ہماری **انگلش ٹیچر** کا اگر ایک سبق روزانہ یاد کر لیا کریں تو ایکماہ میں انگریزی کی تمام مشکلات کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اگر کوئی شخص انگریزی کا ایک حرف بھی نہ جانتا ہو تو اس کتاب کی مدد سے وہ انگریزی کا ماہر ہو جائیگا قیمت ایکروپیہ

ملنے کا پتہ:- ایم۔ اے۔ فاروقی اینڈ کمپنی نئی سڑک دہلی

بالکل مفت:- دورِ حاضرہ کی نہایت عجیب و غریب حیرت انگیز ایجاد کی توضیح کا حامل

زندہ موت

مفت حاصل کرنے کیلئے اپنے علاقہ کے بارسوخ پڑھے لکھے دس رؤسا کے مکمل پتے ایک خط پر لکھکر ارسال کریں۔ رسالہ مفت ارسال کر دیا جائے گا۔ پتہ

ڈاکٹر ایم اسمٰعیل نمبر ۳۹ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روٹی دینے کی بجائے ڈنڈا مارتا ہے تو انسانی فطرت اس بات کو برا مناتی ہے۔ پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا خدا تمہیں اپنے دربار میں بلا کر تم سے یہی معاملہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں ہدایت تو یہ دیتا ہے کہ مجھ سے انعام مانگو۔ مگر جب تم انعام لینے جاؤ گے تو تمہیں خالی ہاتھ پھیر دے گا۔ ایک بچہ کی ایک کتے سے اس قسم کی بات ہوتی ہے تو انسانی فطرت اسے نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے پھر کیسا نالائق وہ انسان ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ خدا تو اسے اس لئے بلاتا ہے کہ وہ اسے انعام دے مگر جب یہ جائیگا اور انعام لینے جائے گا تو وہ اسے ٹھوکر مار کر اپنے دربار سے نکال دے گا۔ یہ خیال ہی خود

بے ایمانی کی علامت

ہے۔ یہ خیال ہی خود کفر کی علامت ہے یہ خیال ہی خود ارتداد کی علامت ہے اور جس شخص کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے کفر اور اپنے ارتداد اور اپنے نفاق پر آپ مہر لگاتا ہے اگر اس کے اندر ایمان ہوتا تو وہ سمجھتا کہ خدا جو مجھے بلا رہا ہے۔ اور اس نے مجھے اپنا ابراہیمی پرندہ بنایا ہے۔ تو اس لئے بنایا ہے کہ مجھے اپنا مقام قرب دے اور اگر ایک دروازہ میرے لئے بند ہے تو کوئی اور دروازہ میرے لئے ضرور کھلا ہوگا۔ اگر یہ دو باتیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں انسان سمجھ لے تو ارتداد اور نفاق کا پیدا ہونا بالکل بند ہو جائے۔ یہ دو وسوسے ہی جو دلوں میں پیدا ہوتے اور انسان کے ایمان کو بالکل بہا کر لے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان یہ سمجھتا ہے اب میرے لئے انعامات کے دروازے بند ہو گئے۔ پس وہ خیال کرتا ہے کہ جب میرے لئے حصول عزت کا اب کوئی راہ باقی نہیں تو آؤ میں نئی انجمنیں بناؤں اور ان کا صدر اور پریذیڈنٹ بن جاؤں۔ پھر انجمنوں کی صدارت پر جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور قوم کو فائدہ پہنچنے کی بجائے نقصان پہنچنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو مسلمانوں میں جب بھی کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے اسی بات پر ہوتا ہے کہ جب کوئی نئی انجمن بنتی ہے تو ایک کہتا ہے پریذیڈنٹ میں بنوں دوسرا کہتا ہے تو کیوں بنے میں بنوں گا۔ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ عزت کے حصول کے طریق محدود ہیں۔ اور اگر عزت حاصل کرنے کا کوئی طریق ہے تو صرف یہ کہ دوسرے کو گرایا جائے اور خود اس کا مقام حاصل کیا جائے۔ پھر کبھی وظیفوں پر جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں کہ فلاں کو کیوں ملا ہمارے بیٹے کو کیوں نہیں ملا۔ غرض یا تو وہ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ حصول مدارج کے راستے بند ہو گئے اور یا یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ انعامات کی تقسیم میں ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ اور یہ دونوں

بے ایمانی کے طریق

ہیں اور یہ دونوں کفر کی چوکھٹ پر انسان کو لے جاتے ہیں اور میں نے جیسا کہ بتایا ہے۔ ان دونوں وسوسوں کا علاج اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں بتا دیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کو سمجھا دیا گیا ہے کہ ان دو چیزوں میں سے کوئی بھی پیدا ہوئی تو تم مغضوب بن جاؤ گے پھر اس کے مقابل کی جو حالت ہوتی ہے وہ ضالّ والی حالت ہوتی ہے یعنی جس کو انعام مل جاتا ہے وہ بعض دفعہ ایسی غلو والی محبت شروع کر دیتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ضال بن جاتا ہے گویا جس کو کچھ نہیں ملتا وہ ٹھوکر کھا کر مغضوب بن جاتا ہے۔ اور جس کو کچھ ملتا ہے وہ بعض دفعہ ایسی ٹھوکر کھاتا ہے کہ ضال بن جاتا ہے ہاں وہ جو اپنے ہوش و حواس کو قائم رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر سلسلہ کے کاموں میں سے فلاں کام میرے سپرد نہیں کیا گیا یا میرے ہاتھ فلاں عہدہ کے حصول تک نہیں پہنچ سکے تو یہی میرے لئے مفید ہوگا۔ اور اگر واقعہ میں میں

کسی انعام کا مستحق

ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے غیب سے اور سامان پیدا کر دیگا اور اور راستے میرے لئے کھول دے گا وہ نہ مغضوب بنے گا نہ ضالّ۔ بلکہ دائمی ترقی کرتا چلا جائے گا کیونکہ وہ ہمیشہ یہ دعا مانگتا رہے گا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اور ہمیشہ اسے انعامات ملتے رہیں گے۔ اور اگر کسی وقت اس دعا کے باوجود خدا تعالیٰ اسے انعام نہ دے۔ تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے خزانے خالی ہیں۔ حالانکہ وہ کبھی خالی نہیں ہوتے غرض

غیر محدود ترقیات کے لئے

یہ دو یقین اپنے اندر پیدا کرنے نہایت ضروری ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا کبھی انسانی ترقیات کے دروازے بند نہیں کرتا اور اگر بظاہر یہ نظر آتا ہو کہ ترقی کا فلاں دروازہ ہمارے لئے بند ہو گیا تو اس کی جگہ ایک اور دروازہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور کھلا ہوا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جب ایک انعام کسی شخص کو نہیں ملتا تو وہ سمجھ لے کہ یہ انعام یقیناً اس کے لئے مقدر نہیں تھا بلکہ کوئی اور انعام اس کے لئے مقدر ہوگا اور اس کے لئے جیسا کہ سورہ فاتحہ میں ہدایت کی گئی ہے۔ بغیر کسی تعیین کے خدا تعالیٰ سے دعا مانگے اور اس سے کہے الٰہی ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں اپنے پاس سے وہ انعامات دے جو ہمارے مناسب حال ہوں اور جن کو تو نے ہمارے لئے مقدر کر رکھا ہو۔ اگر ہمارے لئے موسوی جام مقدر ہے تو وہ دے عیسوی جام مقدر ہے تو وہ دے داؤدی جام مقدر ہے تو وہ دے۔ سلیمانی جام مقدر ہے تو وہ دے۔ رامچندری جام مقدر ہے تو وہ دے کرشنوی جام مقدر ہے تو وہ دے ہمیں کچھ علم نہیں۔ کہ ہمارے لئے کونسا جام مفید اور بابرکت ہے اور کونسا جام ہماری قابلیتوں اور طاقتوں کے لحاظ سے ہمارے لئے ضروری ہے علم غیب محض تجھ کو ہے اور تجھے ہی ہماری قسمت کا علم ہے پس جو جام تیری نگاہ اور تیرے علم میں ہمارے لئے مفید ہے وہی ہمیں دے اور اپنے فضل اور رحمت سے ہمیں ڈھانپ لے۔ جب تم اس طرح خدا تعالیٰ سے دعا مانگو گے اور اس سے کہو گے کہ

اے خدا جو ہمارا حصہ ہے وہ ہمیں دے

تو وہ تمہارا حصہ تمہیں ضرور دے گا لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ سے دوسرے کا حصہ مانگو گے تو اس گستاخی کے بدلے نہ صرف یہ کہ دوسرے کا حصہ تمہیں نہیں ملیگا بلکہ تمہارا حصہ بھی جو تم کو مل چکا ہوگا۔ تم سے واپس لے لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت پر رکھے اور غضب اور ضلالت سے بچائے۔ آمین۔

میری پیاری بہنو! میں آپ کی ہمدردی کی خاطر یہ اشتہار دے رہی ہوں کہ اگر آپ کو کسی قسم کا کوئی پوشیدہ مرض ہے۔ تو خواہ مخواہ فضول ادویات پر روپیہ برباد نہ کریں۔ میرے پاس میری خاندانی مجرب دوا ہے جو عورتوں کے ماہواری ایام کی ہر مرض میں حیرت انگیز اثر ظاہر کرتی ہے۔ ہزاروں میری بہنیں اس دوا کو استعمال کر کے ماہواری ایام کی تکلیفوں سے مکمل صحت حاصل کر چکی ہیں اگر آپ کو ماہواری بے قاعدہ آتے ہیں رک رک کر آتے ہیں یا کم آتے ہیں۔ درد سے آتے ہیں۔ سفید رطوبت خارج ہوتی رہتی ہے کمر درد سر درد رہتا ہے قبض رہتی ہے کام کاج کرنے سے دل دھڑکتا ہے یا سانس پھول جاتا ہے پیٹ میں اپھارہ رہتا ہے تو آپ یقین رکھیے کہ میری خاندانی مجرب دوا راحت ان جملہ امراض کو دفع کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے قیمت مکمل خوراک ایک ماہ عہ محصول ڈاک ۸ر علاوہ۔ ملنے کا پتہ ہر ایچ نجم النساء بیگم احمدی بمقام شاہدرہ لاہور

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لنڈن (بذریعہ ڈاک) چین اور جاپان کی موجودہ جنگ میں جاپان کا زیادہ زور شنگھائی پر ہے کیونکہ یہ شہر اس علاقے کا مرکز ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس وقت روس بھی چین کی امداد کرنے کے سوال پر غور کر رہا ہے۔ حکومت روس نے نصف درجن سے زیادہ طیارے نانکن بھیجے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ متعدد منگولین ہوا باز بھی طیارے لے کر چین کی امداد کو جا رہے ہیں۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ روسی افواج کا سیکنڈ سینیئر آفیسر بیرونی منگولیا میں موجود ہے اور اس کے زیر کمان ۲ لاکھ فوج ہے اس خبر سے جاپان میں بے حد اضطراب پایا جاتا ہے۔

میرٹھ ۸ ستمبر۔ کل رات ٹاؤن ہال کمیٹی میں جمعیۃ العلماء میرٹھ کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مولوی عطاء اللہ احراری تقریر کرنے کے لئے جب پلیٹ فارم پر آیا۔ تو مسلم لیگ کے ارکان نعرے لگاتے ہوئے پلیٹ فارم کی طرف بڑھے اور لاؤڈ سپیکر کو اکھاڑ دیا۔ اور اسی گڑبڑ کی حالت میں جلسہ برخاست ہو گیا۔

شملہ ۸ ستمبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ محسود قبائل نے صلح کی شرائط کی تعمیل کر دی ہے اور مطلوبہ بندوقیں حکومت کے پیش کر دی ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ وزیرستان کی باقاعدہ جنگ قریب الاختتام ہے۔

کیمبل پور ۸ ستمبر۔ فتح جنگ پولیس نے لڑکیوں کو اغوا کرنے والوں کے ایک گروہ کو جو تین افراد پر مشتمل ہے گرفتار کر لیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ملزمین کا تعلق یو پی کے کسی ضلع سے ہے۔

لکھنؤ ۸ ستمبر۔ آج یو پی اسمبلی میں مسٹر سہائے گپتا کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر کے این کٹجو نے کہا۔ اس وقت انڈیمان میں یو پی کے ۶۹۷ عمر قیدی اور ۱۲۱ میعادی قیدی موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ۵ دہشت انگیز قیدی بھی ہیں۔ حکومت یو پی نے حکومت ہند سے اپنے قیدیوں کی واپسی کی درخواست کی ہے۔ حکومت کا ارادہ ہے کہ آئندہ کوئی قیدی انڈیمان نہ بھیجا جائے۔

کلکتہ ۸ ستمبر۔ آج بنگال اسمبلی میں سر ناظم الدین ہوم منسٹر نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ یکم اپریل سے اس وقت تک ۱۲۵ نظربندوں کو مشروط طور پر اور ۳۲۹ نظربندوں کو غیر مشروط طور پر رہا کرنے کے احکام جاری ہو چکے ہیں۔

شملہ ۸ ستمبر۔ سر عبدالقیوم نے اخبارات میں یہ بیان شائع کرایا ہے کہ اس وقت جب کہ کانگرس کو سرحد میں فتح نصیب ہوئی ہے۔ سرحدی کانگرس پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یہ وقت شادمانی کا نہیں بلکہ کام کرنے کی ضرورت کے احساس کا وقت ہے ہمیں صوبہ سرحد کو ایک نمونہ کا صوبہ بنانا ہے ہم وہاں ترقی پسند قوانین نافذ کرنے کے متمنی ہیں نیز چاہتے ہیں۔ کہ اقلیات سے نہایت منصفانہ سلوک ہو۔ نیز ان کے ساتھ بے انصافی نہ ہونے پائے جو سیاستاً ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس وقت ہمارے راستے میں بہت سی مشکلات موجود ہیں۔ مگر امید ہے کہ باہمی حسن ظنی بردباری اور انضباط کی وجہ سے یہ تمام مشکلات رفع ہو جائیں گی۔

بنوں ۷ ستمبر۔ وادی خیسور سے آمدہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ پچھلے جمعہ کو فقیر ایپی نے ایک جرگہ منعقد کیا۔ جس میں تمام قبائل نے شرکت کی۔ اور والئے کابل کے بھائی کو بھی اس میں مدعو کیا۔ فقیر ایپی نے جرگہ کے سامنے کہا کہ ہم انگریزی حکومت کے خواہاں نہیں بلکہ خالص اسلامی سلطنت چاہتے ہیں۔ شاہ کابل کے بھائی نے کہا کہ میں کسی قسم کی مدد کرنے سے معذور ہوں۔ البتہ میں آپ کی اور انگریزوں کی صلح کرا سکتا ہوں۔ فقیر ایپی نے جواب میں کہا۔ کہ ہمیں صلح کی ضرورت نہیں ہم اسلامی حکومت چاہتے ہیں

ہانگ کانگ ۸ ستمبر برطانوی جہاز ہیتستان کو برطانوی سمندر کے نزدیک مکاؤ کے مقام پر روک لیا گیا۔ اور انتباہ کے طور پر گولیاں چلائی گئیں۔ ایک جاپانی افسر نے جہاز کے کاغذات دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ جہاز کو ۳۵ منٹ تک روکے رکھا گیا جہاز کے مالکان اس واقعہ کی اطلاع گورنمنٹ کو دے رہے ہیں۔

بلچاٹیٹ ۷ ستمبر۔ بلچاٹیٹ کے گرجے میں باغی کچھ عرصہ سے محصور تھے کئی خونریز مقابلوں کے باوجود باغی ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے لیکن کل کی فیصلہ کن جنگ نے باغیوں کا فیصلہ کر دیا۔ حکومت نے سخت گولہ باری کی جس کا جواب مشین گنوں سے دیا گیا۔ گرجے کی عمارت جل کر راکھ ہو گئی شہر میں کوئی ایسی عمارت نہیں جو خراب نہ ہو گئی ہو بازار انسانوں اور مویشیوں کی لاشوں سے پٹے پڑے ہیں۔

بمبئی ۷ ستمبر۔ موضع گن پور (بمبئی پریذیڈنسی) سے آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ وہاں چونکہ خشک سالی جاری ہے اس لئے بارش کے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے توہم پرست ہندوؤں نے ایک انسان کی قربانی دی۔ یہ اطلاع پاکر پولیس کی ایک جماعت موضع کور کی طرف روانہ ہوئی۔ اور لاش پر قبضہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں ۳۵ آدمی گرفتار کئے گئے ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ مشہور اور قابل اعتماد

محافظ صحت

امرت دھارا ان تمام امراض کا جو عام طور پر گھروں میں بوڑھوں بچوں، جوان مردوں یا عورتوں کو ہوتی رہتی ہیں حکمی علاج ہے۔ تمام اندرونی دردوں کو دور کرتی ہے۔ خواہ وہ عصبی ہوں یا غیر ملاقی مثلاً:۔

سر درد۔ کن درد۔ دانتوں کا درد۔ رگوں کا درد۔ پیٹ کا درد۔ گنٹھیا۔ گٹ۔ نقرس اور مروڑ وغیرہ۔ یہ انفلوانزا۔ ملیریا۔ ہیضہ۔ پلیگ۔ نمونیا وغیرہ تمام خطرناک بیماریوں کے لئے بھی ایک اکسیر دوا ہے۔ یہ تمام نباتاتی اور حیوانی زہروں کو دور کرنے کے لئے اسم بامسمیٰ کی طرح کام کرتی ہے۔ پھوڑے پھنسی گھاؤ کھجلی اور داد جیسی تمام ناگوار بیماریوں میں فسٹ ایڈ پہنچاتی ہے۔

مفصل حالات کیواسطے رسالہ امرت مفت منگوائیں

قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنہ نصف شیشی ایک روپیہ چار آنہ

نمونہ صرف ۸/

نقالوں کے دھوکے سے بچو

خط و کتابت و تار کا پتہ:۔ امرت دھارا ۲۵ لاہور

المشتہر

منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بلڈنگس امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

ضرورت رشتہ

ایک احمدی قریشی پرائمری پاس سلیقہ شعار امور خانہ داری سے واقف لڑکی کیلئے جس کی عمر ۱۶/۱۷ سال ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکا شریف متقی برسر روزگار ہو۔ قریشی یا سید خاندان سے تعلق رکھتا ہو صرف ضلع جہلم گوجرانوالہ سیالکوٹ یا خاص قادیان کے باشندگان درخواست کریں خط و کتابت بنام ش ح معرفت ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نارتھ ویسٹرن ریلوے

لدھیانہ سٹی بکنگ ایجنسی!

یکم ستمبر ۱۹۳۷ء سے تمام درجہ کے مسافروں اور ان کے اسباب کے بیرونی غیر ملکی اور لوکل بکنگ کے لئے ایک سٹی بکنگ ایجنسی کھولی گئی ہے۔

یہ بکنگ ایجنسی مندرجہ ذیل دیگر امور کے متعلق بھی کام کرے گی۔

		شرح فی من روپیہ آنہ پائی	
پارسل بیرونی و اندرونی		۔ ۲ ۔	مقامی اور غیر ملکی
اسباب 〃 〃	(جو بڑی جسامت کا ہو)	۰ ۔ ۱ ۔ ۰	
〃 〃 〃	(جو بڑی جسامت کا ہو)	۶ ۔ ۱ ۔ ۰	

مزید تفصیلات کے لئے ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے سے درخواست کریں۔

نہ رو بہن نہ رو

اے ہے بہن! تم نے اسقدر بیشمار روپیہ اپنی آنکھوں کے علاج پر خرچ کیا اور کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں نے پہلے بھی مشورہ دیا تھا۔ لیکن تم نے ایک نہ سنی اور اپنی آنکھوں کا بُرا دین کر لیا ـــــ! بہن خدا نے ہر دکھ کا علاج اور ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے۔ جس طرح پھولوں میں گلاب۔ خوشبوؤں میں موتیا۔ چنبیلی اور عطروں میں حنا او خس مشہور ہے۔ اسی طرح قادیان کا قدیمی، مشہور عالم اور بے نظیر تحفہ

سرمہ نور رجسٹرڈ دنیا میں مشہور

ہے۔ بہن اس کو منگوا کر استعمال کر، پھر دیکھ خدا کی قدرت جس طرح گرمیوں میں خس کے پنکھے کی ہوا دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے۔ اسی طرح سرمہ نور کی ایک سلائی آنکھوں کو خوشنما بنا دیتی ہے۔ دیکھ تو قادیان کے ڈاکٹر جناب محمد شاہ اللہ خان صاحب سب اسسٹنٹ سرجن کیا فرماتے ہیں: "سرمہ نور رجسٹرڈ آف شفاخانہ رفیق حیات قادیان کا استعمال کیا گیا۔ ککروں اور خارش کے لئے بہت کارآمد ثابت ہوا"۔ اور بیشمار حکیم اور ڈاکٹر اسکے گرویدہ ہیں۔ بہن تو بھی استعمال کر کے دیکھ!! تولہ دو روپے چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ: مینیجر شفاخانہ رفیق حیات منار والی مسجد قادیان پنجاب

ہندوستان کا سب سے زیادہ مقبول اور سب سے زیادہ چھپنے والا

مذہبی ماہوار رسالہ

مولوی

اگر آپ نے نہ دیکھا ہو تو حسب ذیل پتہ سے مفت منگا لیجئے

مینیجر رسالہ مولوی دہلی

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر:- غلام نبی۔